www.KitaboSunnat.com

علم بڑی دولت ہے
اور
دوسری کہانیاں

قوم کے نونہالوں کے لیے دلچسپ، اصلاحی، تاریخی، اور معلوماتی کہانیوں کا مجموعہ

طالب الہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام
محدث لائبریری
کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

علم بڑی دولت ہے

اور

دوسری کہانیاں

قوم کے نونہالوں کے لیے دلچسپ، اصلاحی، تاریخی، اور معلوماتی کہانیوں کا مجموعہ

طالب الہاشمی

WW Sunnat.com

طٰہٰ پبلی کیشنز

۲۲-اے ملک جلال دین (وقف) بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

فون: 8488708, 7231391 0333-4470509

www.KitaboSunnat.com

علم بڑی دولت ہے
اور
دُوسری کہانیاں

قوم کے نونہالوں کے لیے دلچسپ تاریخی، نیم تاریخی، سوانحی، اصلاحی اور معلوماتی کہانیاں

طالب الہاشمی

طٰہٰ پبلی کیشنز

22-A ملک جلال دین وقف بلڈنگ چوک اُردو بازار لاہور
دکان نمبر 17 سیکنڈ فلور مسلم سنٹر چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور
فون: 7231391 موبائل فون: 0333-4470509

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس کتاب کا کوئی بھی حصہ طٰہٰ پبلی کیشنز/مصنف مرتب سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا' اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتِ حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔ (ادارہ)

المکتبۃ ... طٰہٰ
99 ... ج ماڈل ٹاؤن - لاہور
7047 ...
22008
ط ا ل ع

جملہ حقوق بحق مُرتّب محفوظ

مرتب	:	طالب الہاشمی
ناشر	:	محمد عفیف طٰہٰ
طبع اوّل	:	دسمبر 2006ء
مارکیٹنگ منیجر	:	صغیر احمد مغل
کمپوزنگ	:	محمد لبیب جمیل
قیمت	:	70 روپے
بیرون ملک	:	2 امریکی ڈالر
پرنٹرز	:	میاں جمیل پریس' لاہور

ISBN-969-8810-14-5

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

نمبر شمار | عنوان | صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱-	کہنے کی کچھ باتیں	6
۲-	اللہ پر بھروسا	7
۳-	تھوڑے سے الفاظ کئی گنا ثواب	10
۴-	اللہ کی راہ میں لڑنے کا شوق	12
۵-	بزرگوں کا ادب	14
۶-	میں صرف اللہ کی پناہ چاہتا ہوں	17
۷-	چار بہادر سپہ سالار	20
۸-	اللہ کی رحمت کے حقدار	25
۹-	میں گورنر کس بات کے لیے ہوں	27
۱۰-	دو تاریخی اذانیں	29
۱۱-	سب قرض داروں کا قرض معاف کر دیا	33
۱۲-	نیکی کا پُتلا	34
۱۳-	خوش نصیب بچہ	38
۱۴-	حضرت طاؤس یمانیؒ	42

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵- علم بہت بڑی نعمت ہے 48

۱۶- علم بڑی دولت ہے 53

۱۷- ہارون الرشید لاجواب ہو گیا 60

۱۸- علم کی لاج رکھ لی 62

۱۹- جیسی کرنی ویسی بھرنی 64

۲۰- عوام کا خادم بادشاہ 67

۲۱- قسمت کا دھنی 71

۲۲- سلطان شہاب الدین غوریؒ کی غیرت اور حمیت 76

۲۳- لک (لکھ) بخش بادشاہ 77

۲۴- علم کے غرور اور گھمنڈ کا علاج 81

۲۵- سونے کے کنگن 87

۲۶- جو پیر پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا 91

۲۷- انوکھی دعوت نرالی دعا 95

۲۸- یتیم بھوکے بچے کی رسولِ پاکؐ کے روضے سے محبت 98

۲۹- ہندو بنیے کا خوش نصیب بیٹا 101

۳۰- ظلم کی سزا 108

۳۱- ایک دن اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے 110

۳۲- کتابیات 112

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

اپنی پیاری بچیوں
سلطنت عفیف سلمہا اور نوال طہٰ سلمہا
کے نام
اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر آزار سے محفوظ
طویل زندگی اور علم کی دولت نصیب کرے نیز مومنات
صالحات کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد عفیف طہٰ
(ناشرِ کتاب)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

کہنے کی کچھ باتیں

یہ کتاب (علم کی دولت اور دوسری کہانیاں) اُن تاریخی، نیم تاریخی، سوانحی، اصلاحی اور معلوماتی کہانیوں کا چوتھا مجموعہ ہے جواب تک طٰہٰ پبلی کیشنز لاہور کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے شائع ہونے والے مجموعوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ چاندی کی ہتھکڑی اور دوسری کہانیاں
۲۔ قسمت کا سکندر اور دوسری کہانیاں
۳۔ یمن کا سورما اور دوسری کہانیاں

ان کہانیوں کی اشاعت کا مقصد نونہالانِ قوم کے لیے نہ صرف کردار ساز اور معلومات افزا لٹریچر مہیا کرنا ہے بلکہ اُن کو اُن مضر اثرات سے بھی بچانا ہے جو بعض اداروں کی طرف سے شائع ہونے والی اُوٹ پٹانگ فرضی کہانیوں اور تصویروں سے ناپختہ ذہنوں پر پڑتے ہیں۔ الحمدللہ کہ ہماری ان کتابوں کو خاطر خواہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اگر حالات نے اجازت دی تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اِن شآءاللہ تعالیٰ۔ اس سلسلے میں قارئین کی آرا شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

احقر العباد

طالب الہاشمی

۱۸ دسمبر 2006ء

نوٹ: کتاب میں شامل بعض کہانیوں کے اختتامی صفحات پر کافی جگہ خالی رہ گئی تھی۔ اسے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ (احادیثِ نبویؐ) سے پُر کر دیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ پر بھروسا

دُکھ ہو یا سکھ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکّل یا بھروسا کرنا ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ پر بھروسا کرتا ہے' اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ آدمی اپنا ہر کام محنت اور توجہ سے کرے مگر اپنی محنت اور کوشش کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے اور بھلائی کی امید رکھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نیکی کا کام کرتے ہوئے اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ بری سے بری مصیبت میں بھی اللہ پر بھروسا رکھے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے' ہر مصیبت کا ہمت سے مقابلہ کرے۔

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا شروع کیا اور ان کو بتوں کی پوجا کرنے اور برے کاموں سے منع کیا تو مکّہ کے وہی لوگ جو آپ کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے' آپؐ کے دشمن بن گئے اور آپؐ کو طرح طرح سے ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن آپؐ نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھا' ہر قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں بڑے حوصلے سے برداشت کیں اور کسی خوف یا گھبراہٹ کو دل میں لائے بغیر لوگوں کو برابر اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنے کا جو نمونہ آپؐ کی پاک زندگی میں ملتا ہے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجیے۔

جس زمانے میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا آغاز کیا' آپ اکیلے ہی حرمِ کعبہ میں چلے جاتے تھے اور وہاں سب کے سامنے اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔ ایک دفعہ چند شریر کافروں نے منصوبہ بنایا کہ جب آپ حرم شریف میں آئیں' وہ آپ ﷺ کو شہید کر دیں۔ آپ کو ان کے منصوبے کی اطلاع مل گئی لیکن آپ نے کچھ پروا نہ کی اور وضو کر کے اللہ کے بھروسے پر بے دھڑک

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرم شریف میں تشریف لے گئے۔ آپ کا حوصلہ دیکھ کر کسی کو آپؐ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

مکّہ سے ہجرت فرما کر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم چند میل کے فاصلے پر ثَور پہاڑ کے ایک غار میں مقیم ہوئے۔ دوسرے دن مکّہ کے چند کافر آپ کو تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر پہنچ گئے۔ آپ کے پیارے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا اور گھبرا کر بولے:

"یارسول اللہ! اگر یہ لوگ ذرا جھک کر دیکھیں گے تو ہم ان کو نظر آ جائیں گے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

اور پھر واقعی اللہ نے آپ کی مدد فرمائی اور کافر آپ کو دیکھ ہی نہ سکے۔

غارِ ثَور میں تین دن رات قیام کرنے کے بعد آپ مدینہ (یثرب) کی طرف روانہ ہوئے تو ایک عرب قبیلے مدلج کے سردار سُراقہ بن جُعشُم نے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کا تعاقب کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔ سراقہ کے قریب پہنچنے پر انھوں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! ہمارا پیچھا کرنے والا ہمارے بہت قریب آ گیا ہے۔"

آپ ﷺ نے اطمینان سے جواب دیا: کچھ فکر نہ کرو اللہ ہماری حفاظت کرنے والا ہے اور پھر واقعی اللہ نے آپ کی حفاظت کی اور سراقہ کو ناکام واپس جانا پڑا۔

ہجرت کے بعد مدینہ میں آپؐ کے گھر کے باہر صحابہ پہرہ دیا کرتے تھے تاکہ کوئی دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ ایک رات کو آپ نے اپنا سر مبارک باہر نکال کر صحابہ کو پہرہ دیتے دیکھا تو فرمایا: لوگو! واپس جاؤ میری حفاظت اللہ کرے گا۔

ایک رات کو مدینہ میں ایک طرف بڑا شور اٹھا۔ شہر کے لوگوں نے سمجھا کہ کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ فوراً تیار ہو کر اُس طرف کو دوڑے جدھر شور ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ انھیں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار واپس آتے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ملے۔ آپ لوگوں کے تیار ہونے سے پہلے ہی اللہ کے بھروسے پر اکیلے شور والی جگہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا' میں شہر کے باہر دیکھ آیا ہوں' کوئی خطرہ کی بات نہیں' چلو واپس چلیں۔

ایک دفعہ ایک مہم سے واپس آتے ہوئے رسولِ پاک ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور سب لوگ اِدھر اُدھر درختوں کے نیچے سو گئے۔ رسولِ پاک ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے کہ ایک کافر بدّو ننگی تلوار ہاتھ میں لیے آیا اور آپؐ کو جگا کر کہنے لگا۔

''اب تم کو کون بچائے گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ

اتنا سنتے ہی بدّو پر کپکپی طاری ہوگئی اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے وہی تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا' اب تجھے کون بچائے گا؟''

ڈر کے مارے اس کی زبان گُنگ ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا' جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے رسولِ پاک ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے کہہ دیا۔

''جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا' تو نے مجھے اللہ کا شریک اور ہمسر بنا دیا' یوں کہو جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

مطلب یہ کہ ہر معاملے میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا چاہیے کہ جو اس کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔ وہ ہر انسان کے دل کا حال جانتا ہے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد بھی مکّہ کے کافر' مدینہ کے یہودی اور منافق آپ کے خلاف سازشوں اور شرارتوں میں مشغول رہے جن کے نتیجے میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں۔ تمام مشکلات اور مصیبتوں میں رسولِ پاک ﷺ نے ہمیشہ اللہ پر بھروسا کیا' کبھی دشمن کی تعداد کو خاطر میں نہ لائے اور نہ کبھی اس کے ساز و سامان اور فوجی طاقت کی پروا کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑے سے الفاظ، کئی گُنا ثواب

ایک دن ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور کہا :

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ

آپؐ نے ان کو جواب دے کر (یعنی وَعَلَیْکُمُ السَّلام) کہہ کر فرمایا:

''اس شخص نے دس نیکیوں کا ثواب حاصل کیا۔

پھر ایک اور صاحب حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا:

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

آپؐ نے جواب دے کر فرمایا:

اس شخص کو بیس نیکیوں کا ثواب مل گیا۔

پھر ایک تیسرے صاحب آئے اور انھوں نے کہا:

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهُ

حضور ﷺ نے جواب دے کر فرمایا:

اس شخص نے تیس نیکیوں کا ثواب لے لیا۔ (ترمذی، سنن ابی داؤد)

اس طرح سلام کے سادہ الفاظ اور پھر ان کے ساتھ تھوڑے سے الفاظ اور ملانے سے کئی گُنا ثواب کی خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

ان الفاظ کا مطلب یہ ہے، اللہ کی تم پر سلامتی ہو۔ تم اللہ کی رحمتوں سے مالا مال

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہو اور تم پر اللہ کی برکتیں نازل ہوں۔

جس طرح سلام کہنے والے کو کئی گنا ثواب ملتا ہے۔ اسی حساب سے سلام کا جواب دینے والے کو بھی ثواب ملتا ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں (صحابہؓ) کو سلام کرنے اور اس کا ثواب حاصل کرنے کا کس قدر شوق تھا' اس کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور صحابی حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت طفیلؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ان کا طریقہ تھا کہ وہ ہمیں ساتھ لے کر بازار جاتے اور جس دکاندار کباڑیے یا فقیر' مسکین کے پاس سے گزرتے اس کو ضرور سلام کرتے۔ بازار سے نہ کوئی چیز خریدتے اور نہ وہاں کوئی چیز بیچتے۔ بس اسی طرح سلام کرتے کراتے واپس آ جاتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اپنے طریقے کے مطابق مجھے ساتھ لے کر بازار جانے لگے۔ میں نے عرض کیا:

"آپ بازار جا کر کیا کریں گے؟ نہ تو آپ کسی دکان پر کھڑے ہوتے ہیں' نہ کسی چیز کا سودا یا بھاؤ تاؤ کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں پھر کیوں نہ یہیں بیٹھیں اور دین کی باتیں کریں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"ہم تو صرف اس غرض اور اس نیّت سے بازار جاتے ہیں کہ جو سامنے آئے اس کو سلام کریں اور ہر سلام پر کم از کم دس نیکیاں کما کر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور جوابی سلاموں کی برکتیں حاصل کریں۔"

(معارف الحدیث)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی راہ میں لڑنے کا شوق

سنہ ۲ہجری میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ مکّہ سے کافروں کا ایک زبردست لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا ہے تو آپؐ نے بھی اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے مدینہ سے روانہ ہونے کی تیاری کی۔ ان جاں نثاروں میں ایک حضرت ایاس بن ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ اور دوسرے ان کے ماموں حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار بلوی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ دونوں کو اللہ کی راہ میں لڑنے کا بے انتہا شوق تھا لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ مدینہ سے روانگی کے موقع پر حضرت ایاسؓ کی والدہ اور حضرت ابو بردہ ہانیؓ کی بہن سخت بیمار ہوگئیں۔ گھر میں بیٹے اور بھائی کے سوا اور کوئی نہ تھا جو اُن کی دیکھ بھال اور خدمت کر سکے۔ حضرت ابو بردہ ہانی رضی اللہ عنہ نے بھانجے حضرت ایاسؓ سے کہا، بیٹا تمہاری والدہ سخت بیمار ہیں، تم ان کی خدمت کے لیے یہاں ان کے پاس رہو، میں کافروں کے خلاف لڑنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتا ہوں۔

اُدھر حضرت ایاس رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ کی راہ میں لڑنے کا بے حد شوق تھا، انھوں نے حضرت ہانی رضی اللہ عنہ سے کہا:

"ماموں جان! میری والدہ آپ کی حقیقی بہن ہیں، ان کو آپ سے اور آپ کو ان سے بڑی محبت ہے، آپ ان کی دیکھ بھال اور خدمت کے لیے یہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ٹھہریں اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے دیں۔''

جب ماموں بھانجے کے درمیان یہ بحث کسی طرح ختم نہ ہوئی تو یہ طے پایا کہ یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے اور آپؐ جو فیصلہ دیں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ چنانچہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ معاملہ پیش کیا۔

آپؐ نے فرمایا:

''بیٹے پر ماں کا زیادہ حق ہے۔ اس لیے بیٹا بیمار ماں کی خدمت کے لیے یہاں رہے اور بھائی میرے ساتھ غزوے (لڑائی) میں شریک ہو۔''

اب حضرت ایاس رضی اللہ عنہ ماں کے پاس مدینہ ہی میں ٹھہر گئے اور حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر میں شریک ہو کر بَدر پہنچ گئے جہاں کافروں کے لشکر نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ پھر بَدر کے میدان میں کافروں اور مسلمانوں کے درمیان جو لڑائی ہوئی اس میں کافروں کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی اور مسلمانوں کی تین سَو سے کچھ اوپر تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے سے تین گُنا دشمن پر فتح دی اور مسلمانوں کو خوشخبری دی کہ اس لڑائی میں شامل ہونے والے تمام مجاہدوں کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔ حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ ان بدری صحابہ میں شامل تھے۔ حضرت ایاس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کی نیّت کا ثواب ضرور مل گیا ہوگا۔

* * *

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزرگوں کا ادب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھی حضرت عُمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ۶ نبوت میں اسلام قبول کیا تو حضرت عبداللہ چھوٹے بچے تھے۔ والد نے اسلام قبول کیا تو وہ خود بخود ہی مسلمان باپ کے مسلمان بیٹے بن گئے۔ جب انھوں نے ذرا ہوش سنبھالا تو وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والے بڑے پکے اور سچے مسلمان لڑکوں میں شامل ہو گئے۔ چند سال کے بعد ان کے والد حضرت عمرؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہ بھی والد کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ چند دن کے بعد رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔

ہجرت کے دوسرے سال بدر کی لڑائی پیش آئی تو حضرت عبداللہ بن عُمرؓ لڑائی میں حصہ لینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے لیکن آپؐ پندرہ سال سے کم عمر کے بچوں کو لڑائی میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کی عمر اس وقت تیرہ برس کی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ اگلے سال ۳ ہجری میں اُحد کی لڑائی پیش آئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس لڑائی میں بھی حصہ لینے کے لیے بے تاب ہو گئے لیکن اب بھی ان کی عمر پندرہ برس سے کم یعنی چودہ برس کی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پھر واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد وہ پہلی مرتبہ جس لڑائی میں شریک ہوئے وہ خندق یا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احزاب کی لڑائی تھی اس وقت ان کی عمر پندرہ برس سے کچھ اوپر ہو چکی تھی۔ خندق کے بعد وہ خیبر، فتح مکہ، طائف، حنین، تبوک کی مہموں اور حجۃ الوداع میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ ایسی کئی لڑائیوں میں اسلام کے دشمنوں کے خلاف بڑی بہادری سے لڑے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایران، شام اور مصر میں پیش آئیں۔ انھوں نے ۷۴ھ ہجری میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ انھوں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی اونچے مرتبے والے صحابہؓ سے اتنا علم حاصل کر لیا کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ساتھیوں میں شمار ہوئے جو علم کا سمندر تھے اور جن سے بے شمار لوگوں نے فیض پایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بچپن ہی سے بزرگوں کا بے حد ادب کرتے تھے۔ وہ ایسے ذہین اور عقلمند تھے کہ فوراً کسی بات کی گہرائی تک پہنچ جاتے تھے لیکن بزرگوں کے سامنے کوئی ایسی بات منہ سے نہیں نکالتے تھے جس سے ان کی لیاقت یا ذہانت ظاہر ہو۔ ایک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت ابوبکرِ صدیقؓ، حضرت عُمَرِ فاروقؓ اور کئی دوسرے صحابہؓ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے تھے۔ یہ ان کا لڑکپن کا زمانہ تھا۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں موجود صحابہؓ سے پوچھا:

''وہ کون سا درخت ہے جو ایک مسلمان کی طرح سدابہار (پورے سال ہرا بھرا) رہتا ہے۔ اس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور وہ ہر سال پھل دیتا ہے؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں تمام صحابہؓ چپ رہے۔ حضرت عبداللہؓ سمجھ گئے کہ یہ کھجور کا درخت ہے مگر بڑوں کو خاموش دیکھ کر وہ بھی چپ رہے۔ کئی بار خیال آیا کہ بتا دوں لیکن بڑوں کو خاموش دیکھ کر بولنا مناسب نہ سمجھا۔ گھر جا کر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدصاحب کو بتایا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن بزرگوں کے ادب کے سبب بولنا مناسب نہ سمجھا۔

حضرت عُمرؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بیٹے جب تمہیں معلوم تھا تو کیوں نہ بتایا؟ اگر تم اس وقت بتا دیتے تو مجھے بہت خوشی ہوتی کہ میرے چھوٹے سے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے کتنی عقل دی ہے۔''

حضرت عبداللہؓ نے کہا:

''ابا جان! جب بڑے خاموش رہے تو میں کیسے بول پڑتا' میں نے بڑوں کے سامنے بولنے کو بے ادبی سمجھا اسی لیے چپ رہا۔''

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جھوٹ بولنے سے رزق گھٹ جاتا ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں صرف اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

ہجرت کے چوتھے سال کا ذکر ہے کہ صفر کے مہینے میں ایک عرب قبیلے کے چند آدمی مدینہ منورہ آئے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے مہمان بنے۔ وہ چند دن اسلام کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد انھوں نے رسولِ پاک ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ اپنے کچھ صحابہؓ بھیجیں تاکہ وہ ہمارے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام کی تعلیم دیں۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور اپنے دس پیارے ساتھیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ ان کا سردار آپ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ جماعت کافروں کی نقل و حرکت کا پتا چلانے کے لیے بھیجی تھی بہرصورت اس کے سردار حضرت عاصمؓ بن ثابت انصاری ہی تھے۔ وہ بہت اونچے رتبے والے مجاہد صحابی تھے۔ حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ سب سے پہلے ۲ ہجری میں بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ لڑائی سے پہلے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"کس طریقے سے لڑو گے؟"

وہ تیر کمان لے کر اٹھے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ! جب دشمن دوسو ہاتھ کے فاصلے پر ہوگا تو تیر ماروں گا؟ اس سے قریب ہوگا تو نیزے کے ساتھ اس پر حملہ کروں گا اور اس سے بھی نزدیک ہوگا تو اس پر تلوار کا وار کروں گا۔"

یہ سن کر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لڑائی کا یہی طریقہ ہے تم لوگ اسی طرح لڑنا۔''

لڑائی شروع ہوئی تو وہ نہایت بہادری سے لڑے اور کافروں کے ایک سردار عُقبہ بن ابی مُعَیط کو قتل کیا۔

اگلے سال اُحد کی لڑائی میں بھی وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کافروں کے دو نامی بہادروں مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ کو انھوں نے تیر مار کر قتل کیا۔ قریش کا ایک شریر شاعر ابوعزّہ عَمرو بن عبداللہ کو مسلمانوں نے گرفتار کر کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اسے حضرت عاصمؓ کے سپرد کیا۔ انھوں نے اس کی گردن اڑا دی کیونکہ اس نے حیلہ اور فریب سے کام لیا تھا اور مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچائی تھی۔

صفر ۴ ہجری میں جب حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رجیع کے مقام پر پہنچے تو جو لوگ ان کو اپنے ساتھ لائے تھے' انھوں نے غداری کی' اپنے اور ایک دو دوسرے قبیلوں کے ہتھیار بند کافروں کو بلا لائے۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کی نیت کو بھانپ گئے اور سمجھ گئے کہ یہ لوگ ہماری جماعت کو گرفتار یا قتل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک قریبی پہاڑی پر چڑھ گئے۔ کافروں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے کہا:

''اگر تم لوگ پہاڑی سے نیچے اتر آؤ اور ہماری پناہ مانگ لو تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے اور کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔''

حضرت عاصمؓ نے ان کے جواب میں پکار کر کہا:

''میں صرف اللہ کی پناہ چاہتا ہوں' کسی کافر کی پناہ میں نہیں آنا چاہتا میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے۔''

پھر دعا کی ''الٰہی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔''

اُن کا جواب سن کر کافروں نے اُن پر تیروں کی بارش کر دی جس سے حضرت عاصمؓ اور ان کے سات ساتھی شہید ہو گئے۔ دو کو کافروں نے گرفتار کر لیا اور انھیں مکّہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے جا کر قریش کے کافروں کے ہاتھ بیچ دیا۔ انھوں نے کچھ عرصہ دونوں کو قید میں رکھنے کے بعد شہید کر دیا۔

مکّہ کے کفار قریش کو حضرت عاصمؓ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ جن کافروں کو حضرت عاصمؓ نے بَدر اور اُحد کی لڑائیوں میں قتل کیا تھا' ان کے وارث چاہتے تھے کہ ان کی لاش کے ٹکڑے کر دیں یا اس کو آگ میں جلا کر اپنا دل ٹھنڈا کریں۔

کہا جاتا ہے کہ اُحُد میں مارے جانے والے مسافع اور حارث کی ماں نے مَنّت مانی تھی کہ اگر اسے عاصمؓ کا سر مل گیا تو وہ ان کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی۔

ادھر شہادت سے پہلے حضرت عاصمؓ نے دعا کی تھی کہ الٰہی کوئی کافر/ مشرک میرے جسم کو نہ چھوئے۔ جب مکّہ کے کافروں نے اپنے چند آدمی حضرت عاصمؓ کی لاش یا ان کا سر لینے رجیع بھیجے تو انھوں نے دیکھا کہ شہد کی بے شمار مکھیوں نے حضرت عاصم شہیدؓ کی لاش کو گھیر رکھا ہے۔ اس پر وہ پیچھے ہٹ کر اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ رات کو جب مکھیاں ہٹ جائیں گی تو وہ آسانی سے لاش یا اس کا سر کاٹ کر لے جائیں گے۔ اللہ کی قدرت رات کو اس زور کی بارش ہوئی کہ اس نے سیلاب کی صورت اختیار کر لی اور حضرت عاصمؓ کا پاک جسم سیلاب میں بہہ گیا۔ یوں حضرت عاصمؓ کی دعا قبول ہوگئی اور کافروں کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

***

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار بہادر سپہ سالار

۶ ہجری میں رسولِ پاک ﷺ کا قریش مکہ کے ساتھ امن کا معاہدہ ہو گیا۔ یہ معاہدہ مکہ سے چند میل دور حدیبیہ کے مقام پر ہوا اس لیے "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد رسولِ پاک ﷺ نے اپنے چند پیارے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت کے خط دے کر عرب کے رئیسوں اور پڑوسی ملکوں کے بادشاہوں کے پاس بھیجا۔ ان میں ایک خط حضرت حارث بن عُمیر ازدیؓ کے ہاتھ بصرٰی کے عیسائی حاکم حارث بن شمر غسّانی کے نام بھی بھیجا۔ وہ یہ خط لے کر بصریٰ کی جانب روانہ ہوئے جب وہ مدینہ سے کئی سو میل دور مُوتہ کے مقام پر پہنچے تو بلقا کے علاقے کے (عیسائی عرب) حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے ان کو گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ ظالم شرحبیل روم کے بادشاہ (قیصر) کی طرف سے بلقا کا حاکم تھا اور مؤتہ بلقا ہی کے علاقے میں واقع تھا۔ قاصد یا سفیر کا قتل کسی مذہب یا قانون میں جائز نہیں۔ رسول پاک ﷺ کو اپنے قاصد کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ ﷺ نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں اپنے ایک پیارے صحابی حضرت زیدؓ بن حارثہ کو تین ہزار مجاہدین کی فوج دے کر حضرت حارثؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ سے روانہ کیا اور ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ اگر دشمن سے لڑتے ہوئے زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو لشکر کے سالار جعفر بن ابی طالب ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو لشکر کے سالار عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو مناسب سمجھیں اپنا امیر یا سالار بنا لیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تینوں اصحاب جن کو رسولِ پاک ﷺ نے اسلامی لشکر کی سپہ سالاری کے قابل سمجھا، آپ ﷺ کے بہت ہی پیارے ساتھی تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے سالہا سال تک حضور ﷺ کی خدمت کی تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے خوش ہو کر ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب رسولِ پاک ﷺ کے چچازاد بھائی اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابی تھے۔ چودہ پندرہ سال پہلے جب مکّہ میں کافر مسلمانوں پر سخت ظلم ڈھا رہے تھے، حضورؐ نے ان کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی تھی چنانچہ انہوں نے تقریباً چودہ سال اپنے وطن سے دُور حبشہ کے پردیس میں گزارے تھے اور تقریباً ڈیڑھ سال پہلے حبشہ سے مدینہ واپس آئے تھے۔ رسولِ پاک ﷺ کو ان سے بھی بڑی محبت تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ مدینہ کے رہنے والے (انصاری) تھے اور مدینہ کے اُن اصحاب میں سے تھے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور پھر مکّہ جا کر رسولِ پاک ﷺ کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ ان کو رسولِ پاک ﷺ سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اور حضور ﷺ کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔ یہ لشکر مدینہ سے چلنے لگا تو آپ نے اس کو تاکید فرمائی کہ دشمن کے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو نہ مارنا، ان کے درخت نہ کاٹنا اور نہ ان کے گھر گرانا۔ ان لوگوں کو بھی نہ چھیڑنا جو اپنی عبادت والی جگہوں میں بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہوں۔

شرجبیل بن عمرو غسانی کو جب خبر ملی کہ مسلمان فوج اس کے علاقے کی طرف آ رہی ہے تو اس نے زور شور سے مقابلے کی تیاری کی اور ساتھ ہی روم کے بادشاہ سے مدد مانگی جو اتفاق سے اسی علاقے میں ایک بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے تقریباً ایک لاکھ رومیوں کا لشکر شرجبیل کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ اسلامی لشکر جب دشمن کے علاقے کے قریب پہنچا تو اس کو دشمن کی بہت بڑی تعداد اور جنگی تیاریوں کا پتا چلا۔ بعض اصحاب نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کو ان حالات کی اطلاع دی جائے اور آپ ﷺ سے مدد بھیجنے کی درخواست کی جائے۔ اس موقع پر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہو گئے اور مسلمانوں کو للکار کر فرمایا:

''اے لوگو! ہمیں دشمن کی تعداد کی کیا پروا، ہماری تو دلی آرزو ہے کہ اللہ کے دین کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں اور شہادت کا درجہ پائیں۔ ہمارا بھروسا صرف اللہ تعالیٰ پر ہے، اٹھو اللہ کا نام لو اور آگے بڑھ کر دو کامیابیوں میں سے ایک حاصل کر لو۔''

شہادت یا فتح

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی تقریر سن کر تمام مجاہدوں کے دلوں میں شوقِ شہادت کے شعلے بھڑک اٹھے اور وہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے دشمن کے ٹڈی دل سے بھڑ گئے۔ مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار اور ان کے مقابلے میں دشمن کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ (اس میں رومی اور عیسائی عرب سبھی شامل تھے) لیکن مسلمان اپنے سر ہتھیلی پر رکھ کر اس شان سے لڑے کہ دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ سپہ سالار حضرت زیدؓ بن حارثہ شوق شہادت میں دشمن کی صفوں میں دُور تک گھسے چلے گئے اور اس کے بے شمار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آخر بے شمار دشمنوں نے انھیں گھیر لیا اور وہ ان گنت زخم کھا کر شہید ہو گئے۔

حضرت زیدؓ کے شہید ہوتے ہی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور نہایت جوش و خروش سے مجاہدین کے چند دُستوں کو ساتھ لے کر دشمن پر زبردست حملہ کیا اور اس کے سینکڑوں آدمیوں کو ہلاک کر دیا مگر مصیبت یہ تھی کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی جتنے ہلاک ہوتے اتنے ہی تازہ دم اور آ جاتے۔ حضرت جعفرؓ گھوڑے پر سوار بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ ایک ایسا موقع آیا کہ انھوں نے گھوڑے پر بیٹھ کر لڑنے میں دقت محسوس کی۔ فوراً گھوڑے سے کود کر پاپیادہ لڑنا شروع کر دیا۔ اچانک ایک دشمن نے ان کے دائیں بازو پر تلوار کا بھرپور وار کیا جس سے بازو شہید ہو گیا لیکن وہ بائیں بازو سے برابر تلوار چلاتے رہے۔ دشمنوں نے یہ بازو بھی شہید کر دیا اور پھر ان کو نرغے میں لے کر تلواروں اور نیزوں سے چھلنی کر ڈالا۔ جب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہید ہو کر گرے تو بے شمار زخموں میں سے کوئی بھی پُشت پر نہ تھا۔ ان کے شہید ہوتے ہی حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے فوج کی کمان سنبھال لی۔

اب حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے دشمن پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ اس کی صفوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ جو دشمن ان کے سامنے آتا اُن کی تلوار کا شکار ہو جاتا۔ اس طرح جان توڑ کر لڑ رہے تھے کہ دشمن کے ایک سپاہی نے تاک کر ان کے سینے میں برچھی ماری، زخم نہایت کاری تھا۔ انھوں نے خون کا چُلّو بھر کر منہ پر چھڑکا اور گر پڑے۔ پاس لڑنے والے مجاہدین انہیں اٹھانے کے لیے لپکے، دیکھا تو وہ شہادت کا رتبہ پا کر جُنّتُ الفردوس میں پہنچ چکے تھے۔ www.KitaboSunnat.com

اب مجاہدین نے حضرت خالدؓ بن ولید کو اپنا امیر بنایا۔ وہ قریش کے نامی بہادر تھے۔ اپنے سامنے تین سپہ سالاروں کو شہید ہوتے دیکھ کر وہ غضب ناک شیر بن گئے تھے۔ دشمن پر بجلی بن کر گرے اور مجاہدین کے چند دستوں کو ساتھ لے کر اِس غضب کا حملہ کیا کہ دشمن کے قدم لڑکھڑا گئے۔ حضرت خالدؓ اس جوش سے لڑ رہے تھے کہ جو تلوار ان کے ہاتھ میں آتی، بے شمار دشمنوں کا خون پی کر ٹوٹ جاتی اس طرح ایک ایک کر کے نَو تلواریں ٹوٹیں۔ آخر میں یمن کی بنی ہوئی ایک چوڑی تلوار ان کے ہاتھ میں آئی اور اس نے لڑائی ختم ہونے تک ان کا ساتھ دیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نہ صرف ایک نامی بہادر تھے بلکہ ایک تجربہ کار فوجی جرنیل بھی تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کو ایسے عمدہ طریقے سے لڑایا کہ دشمن کے چھکّے چھوٹ گئے اور مسلمانوں کی تعداد سے پچاس ساٹھ گُنا ہونے کے باوجود رومیوں اور ان کے عرب عیسائی ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔

ادھر مُوتہ کے میدان میں یہ خوفناک لڑائی جاری تھی۔ ادھر مدینہ منورہ میں رسولِ پاک ﷺ اپنے چند اصحاب کے درمیان مسجدِ نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے لڑائی کے میدان کا نقشہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آنسو جاری تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

''اب جھنڈا لیا زید نے اور وہ شہید ہوئے' اب جھنڈا اٹھایا جعفر نے اور وہ بھی شہید ہوئے۔ اب جھنڈا لیا عبداللہ بن رواحہ نے اور انھوں نے بھی اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دی۔ اب جھنڈا اٹھایا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اور اس کو فتح نصیب ہوئی۔''

حضرت زیدؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت سے حضور ﷺ کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ان تینوں کے لیے الگ الگ نام لے کر بخشش کی دعا کی۔

حضرت خالدؓ کو اسی جنگ کے نتیجے میں ''سیف اللہ'' یعنی اللہ کی تلوار کا لقب ملا۔

حضرت جعفرؓ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جعفرؓ کو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلے میں دو پَر عطا فرمائے ہیں جن سے وہ جنت کے فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔

حضرت زیدؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو بھی حضور ﷺ نے اپنے پیارے ساتھی' غمخوار اور مشورہ دینے والے قرار دیا اور ان کی جدائی پر سخت غم کا اظہار فرمایا۔

یہ چاروں بہادر سپہ سالار دشمن کی اتنی بڑی تعداد کے خلاف جس شان سے لڑے اس نے ان کا نام تاریخ میں ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔

* * *

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی رحمت کے حقدار

امیر المومنین حضرت عمرِ فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں رسولِ پاک ﷺ کے ایک پیارے ساتھی نے وفات پائی اور ان کا جنازہ اٹھا تو امیر المومنینؓ بھی جنازے کے ساتھ تھے اور فرما رہے تھے۔ ''آج دنیا میں کوئی بھی شخص ان (فوت ہونے والے) سے بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا' رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی نشان (جھنڈا یا عَلَم) کھڑا کیا' وہ ہمیشہ اس کے سایہ میں رہے (یعنی رسولِ اکرم ﷺ کو جو بھی مہم یا لڑائی پیش آئی وہ اس میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔)

دنیا سے رخصت ہونے والے یہ صاحب جن کی خلیفہٗ عرب و عجم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اتنی تعریف فرمائی' حضرت عویم بن ساعدہ انصاریؓ تھے۔ وہ یثرب (بعد میں مدینہ) کے رہنے والے اُن اونچی شان والے اصحاب میں شامل تھے جو رسولِ پاک ﷺ کے یثرب تشریف لانے سے پہلے مکّہ جا کر اسلام لائے تھے اور آپ ﷺ کو یثرب تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ رسولِ پاک ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد بدر' احد' خندق وغیرہ جو لڑائیاں پیش آئیں۔ ان سب میں حضرت عویمؓ بن ساعدہ رسولِ پاک کے ساتھ رہے۔

حضرت عویمؓ کو اسلام کی تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل ہے' وہ یہ کہ ان کو طہارت یعنی صفائی اور پاکیزگی کا بے حد خیال رہتا تھا اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک صاف رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (سورۃ توبہ: آیت ۱۰۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اسی آیت میں ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے تھے۔ رسولِ پاک ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی تعریف کی ہے' وہ کون لگ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا' انہی میں ایک نیک آدمی عویم بھی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا:

''عویم اللہ کے بندوں میں ایک بہت نیک اور پرہیزگار آدمی ہے۔'' بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے استنجا (پیشاب پاخانے کے بعد اپنے آپ کو گندگی سے پاک کرنا) میں پانی استعمال کیا (پہلے لوگ مٹی کے ڈھیلے استعمال کرتے تھے) ان کو دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اس پر عمل کرنے لگے۔

اسلام میں پاکیزگی اور صفائی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ طہارت (صفائی اور پاکیزگی) آدھا ایمان ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ تلقین بھی فرمائی ہے کہ صاف ستھرے رہا کرو کیونکہ اسلام پاکیزہ دین ہے۔

جسم کی پاکیزگی' لباس کی پاکیزگی' غذا کی پاکیزگی' کمائی کی پاکیزگی غرض ہر چیز کی پاکیزگی کے بارے میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکام موجود ہیں۔ بدن اور لباس کی پاکیزگی کا اندازہ اسی بات سے کیا جا سکتا ہے کہ نماز کے لیے بدن اور لباس کا پاک ہونا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ کمائی یا روزی کی پاکیزگی کا مطلب یہ ہے کہ یہ حلال ذریعوں سے حاصل کی گئی ہو اور ان چیزوں سے پاک ہو جو اللہ نے حرام قرار دی ہیں۔ ایسی روزی میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے اور ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ پاک صاف رہنے سے انسان نہ صرف بہت سی بیماریوں سے بچا رہتا ہے بلکہ وہ اللہ کی رحمت اور محبت کا حقدار بھی ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گورنر کس بات کے لیے ہوں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت پیارے ساتھی (صحابی) تھے۔ حضورؐ ان کو اپنے گھر کا آدمی فرمایا کرتے تھے۔ وہ دین کے بہت بڑے عالم، بڑے عبادت گزار اور نہایت پرہیزگار تھے۔ ان کو دنیاوی شان وشوکت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہایت معمولی لباس پہنتے تھے اور نہایت سادہ کھانا کھاتے تھے۔ دوسرے تمام صحابہؓ ان کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایران کا مرکزِ حکومت مدائن فتح ہوا تو امیر المومنین نے انھیں مدائن کا گورنر (امیر یا والی) مقرر کر دیا اور تقریباً پانچ ہزار درہم ان کی تنخواہ مقرر کی۔ گورنر بن کر بھی ان کی سادگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اتنا معمولی اور سادہ لباس پہنتے تھے کہ دیکھنے والوں کو ان پر ایک مزدور کا دھوکا ہوتا تھا۔ جو تنخواہ ملتی، اسے غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود چٹائی بن کر روزی کماتے تھے۔ چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے تھے، ایک تہائی خیرات کر دیتے تھے اور ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے تھے۔ خطبہ دیتے تو ایک معمولی عبا پہن کر، کہیں جاتے تو بغیر زین کے ایک معمولی گدھے پر سوار ہو کر اور ایک تنگ اور چھوٹی سی قمیص پہن کر۔ لوگ اِن کو دیکھ کر ہنستے تو وہ صاف صاف کہہ دیتے:

"برائی اور بھلائی کا اندازہ تو اس زندگی کے بعد ہوگا، آج جتنا جی چاہو ہنس لو۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی گورنری کے زمانے میں حضرت سلمانؓ ایک دفعہ مدائن سے شام گئے۔ اس وقت اتنا معمولی لباس پہن رکھا تھا کہ ان کو دیکھنے والا کوئی شخص یہ خیال بھی نہیں کرسکتا تھا کہ وہ ایک صوبے کے گورنر ہیں۔ ان کو جاننے والے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے اپنا یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ انھوں نے فرمایا: آرام اور سُکھ تو صرف آخرت کے لیے ہے۔

ایک دفعہ کوئی شخص ان کے گھر گیا۔ دیکھا تو ان کے اہل و عیال گھر میں نہیں ہیں اور وہ خود بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ پوچھا' آپ کا خادم کہاں ہے؟ فرمایا' کسی کام سے بھیجا ہے' مجھ کو یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر دو کاموں کا بوجھ ڈالوں۔

ایک دن مدائن کے بازار میں پاپیادہ جا رہے تھے کہ ایک ناواقف شخص نے انھیں مزدور سمجھ کر اپنا بھاری سامان اٹھانے کے لیے کہا۔ حضرت سلمانؓ سامان اٹھا کر اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ راستے میں ان کو جاننے والے لوگوں نے دیکھا تو کہا:

"اے ہمارے امیر! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! آپ نے یہ سامان کیوں اٹھا رکھا ہے' لائیے ہم اسے پہنچا دیں۔"

یہ دیکھ کر سامان کا مالک ہکّا بکّا رہ گیا اور نہایت شرمندہ ہو کر حضرت سلمانؓ سے معافی چاہی اور ان کے سر سے سامان اتروانا چاہا لیکن انھوں نے فرمایا:

"بھائی تو نے یہ سامان اٹھوا کر اپنے مکان تک لے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ میں نے بھی (ثواب کی خاطر) اسے وہاں تک پہنچانے کی نیّت کی تھی۔ اب میں اسے اس کی منزل پر پہنچا کر ہی دم لوں گا۔ آخر میں (لوگوں کی خدمت کے علاوہ) گورنر کس بات کے لیے ہوں؟"

* * *

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سننے والوں کو رُلا دینے والی
دو تاریخی اذانیں

رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے موّذن (اذان دینے والے) حضرت بِلال رضی اللہ عنہٗ کا شمار آپؐ کے اُن پیارے صحابہ میں ہوتا ہے جن کو آپؐ سے اپنے ماں باپ بہن بھائیوں اور اولاد سے بڑھ کر محبت تھی اور جو ہر وقت آپؐ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ وہ رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے تو ہمیشہ ہر نماز کے لیے اذان دیتے رہے لیکن جب حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا تو حضرت بِلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینا چھوڑ دیا اور اعلان کر دیا "کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔

حضرت عُمرِ فاروق رضی اللہ عنہٗ کی خلافت کے زمانے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ رومیوں کے خلاف جہاد میں حصہ لینے کے لیے مدینہ سے شام چلے گئے۔ وہاں وہ کئی لڑائیوں میں بڑی بہادری سے لڑے۔ ۱۶ھ ہجری میں امیرُ المؤمنین حضرت عُمرِ فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے سلسلے میں شام تشریف لے گئے اور بیت المقدس کے عیسائیوں سے صلح کا معاہدہ کر کے اس شہر پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ پھر انھوں نے وہاں موجود تمام مجاہدین کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک بڑے اثر والا خطبہ دیا۔ خطبہ سننے والے مجاہدین

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ خطبہ ختم ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے ہمارے سردار بلال! آج اسلام کے قبلۂ اول پر توحید کا پرچم لہرایا ہے' اس مبارک موقع پر آپ اذان دیں تو ہم سب آپ کے شکر گزار ہوں گے۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"امیر المومنین! میں عہد کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا لیکن آج آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اذان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب ان کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے الفاظ نکلے تو لشکر میں موجود تمام صحابۂ کرامؓ کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ یاد آ گیا اور ان کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے تو صحابۂ کرامؓ روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو رسول اللہ ﷺ کی یاد نے تڑپا دیا' اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو بڑی دیر کے بعد ان اصحابؓ کو قرار آیا۔

ملک شام کی فتح کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہیں کے ایک گاؤں "خولان" میں سکونت اختیار کر لی۔ ایک رات کو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں:

"اے بلال! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم مجھ سے ملنے کے لیے آؤ۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس خواب نے حضرت بِلال رضی اللہ عنہ کے دل اور دماغ کو جھنجھوڑ ڈالا۔ بے تاب ہوکر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ چند دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچے تو سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر پہنچے اور اس درد سے روئے کہ دیکھنے والوں کو بھی رونا آ گیا۔ اس موقع پر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی وہاں آ گئے۔ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسوں کو دیکھا تو ان کو سینے سے لگا کر بار باران کا منہ اور سر چومنے لگے۔

اس موقع پر ان دونوں شہزادوں نے فرمایا:

"بابا بِلال! ہمارا جی چاہتا ہے کہ کل فجر کی نماز کے لیے آپ اذان دیں۔"

اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے کسی بات کی خواہش کریں اور حضرت بلالؓ اسے پورا نہ کریں' یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ دوسرے دن فجر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے قریب (یا مسجدِ نبوی کی چھت پر) حضرت بِلال رضی اللہ عنہ اذان کے لیے کھڑے ہوگئے۔ مدینہ منورہ کے تمام لوگ ان کی اذان سننے کے لیے جمع ہوگئے جونہی انھوں نے اذان دینی شروع کی' لوگوں کی عجیب حالت ہوگئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ ان کی نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے روضۂ مبارک کی طرف انگلی کا اشارہ کرکے وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہا تو پردہ دار خواتین بھی بے تاب ہوکر گھروں سے باہر نکل آئیں۔ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد مدینہ منورہ میں ایسا درد بھرا منظر اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ واپس شام چلے گئے اور وہیں ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ امیرالمؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی وفات کی خبر سنی تو وہ روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ بار بار فرماتے تھے کہ:

"آہ ہمارا سردار بلال بھی ہمیں جدائی کا داغ دے گیا۔"

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' غُصّہ مت کیا کر اس نے عرض کیا کہ کوئی اور نصیحت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' غُصّہ مت کیا کر۔ اس نے پھر پوچھا' آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ (صحیح بخاری)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب قرض داروں کا قرض معاف کر دیا

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیارے ساتھی (صحابی) حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہما بڑے رحم دل اور سخی تھے۔ وہ ویسے بھی غریبوں اور حاجت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتے رہتے تھے اور اگر کوئی قرض مانگتا تو اس کو فوراً قرض بھی دے دیتے تھے۔ اس طرح بہت سے لوگ ان کے قرض دار ہو گئے تھے۔ ان میں حضرت قیسؓ کے بھائی بھی تھے۔ ایک دفعہ حضرت قیسؓ بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری کی خبر لوگوں میں پھیلی تو بے شمار لوگ ان کی بیمار پُرسی کے لیے آئے لیکن ان کے مقروض بھائی نہ آئے۔ حضرت قیسؓ نے لوگوں سے پوچھا' اتنے لوگ میری بیمار پُرسی کے لیے آ چکے ہیں لیکن میرا بھائی مجھے دیکھنے نہیں آیا۔ آخر کیا بات ہے؟

کسی نے بتایا کہ وہ آپ کے قرض دار ہیں اور وعدہ کے مطابق قرض ادا کرنے کی ابھی تک کوئی صورت نہیں اسی لیے آپ کے پاس آتے ہوئے شرماتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو بہت رنج ہوا اور انھوں نے فرمایا' بھاڑ میں جائے وہ مال جو بھائی کو بھائی سے نہ ملنے دے' جاؤ اور اسی وقت میری طرف سے اعلان کر دو کہ جس کسی پر قیس بن سعد کا قرض ہے اس نے معاف کیا۔

یہ اعلان سنتے ہی ان کے بھائی اور دوسرے بہت سے لوگ اس کثرت سے بیمار پُرسی کے لیے آئے کہ حضرت قیسؓ کی حویلی میں تِل دھرنے کی جگہ بھی نہ رہی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکی کا پُتلا

جاہلیت کے زمانے میں عرب کے بہت سے قبیلوں میں رواج تھا کہ کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو اسے سخت بے عزتی اور ذِلّت کا باعث سمجھا جاتا اور اکثر بے رحم لوگ بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی ''خوشخبری'' دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذِلّت کے ساتھ بیٹی کو باقی رکھے یا اسے کہیں لے جا کر مٹی میں دبا دے۔'' (سورۃ النّحل)

قرآنِ پاک میں کئی اور مقامات پر بیٹیوں کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کرنے کو سخت گناہ قرار دیا گیا ہے اور لوگوں کو سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے کہ وہ مفلسی کے ڈر سے اپنی بیٹیوں کو ہرگز قتل نہ کریں۔

ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپؐ نے بیٹیوں کو نہ صرف زندہ زمین میں دفن کرنے سے منع فرمایا بلکہ بیٹوں کو بیٹیوں سے اچھا اور بہتر سمجھنے سے بھی روکا۔ آپ نے فرمایا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ جس کے ہاں بیٹی پیدا ہو وہ نہ اسے زندہ زمین میں دفن کرے نہ اس کو برے حال میں رکھے اور نہ بیٹے بیٹوں کے ساتھ بیٹی بیٹیوں سے بہتر سلوک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنّت میں داخل کرے گا۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے ایک قبیلے بنوتمیم میں ایک شخص صعصعہ بن ناجیہ تھے۔ وہ قبیلے کے رئیسوں میں شمار ہوتے تھے اور بڑے سخی، بہادر اور رحم دل آدمی تھے۔ ان کے قبیلے کے بے رحم لوگ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زمین میں دبا دیتے تھے لیکن حضرت صعصعہ بچیوں پر بہت مہربان تھے اور ان پر جان چھڑکتے تھے۔ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ننھی بچیاں ان کے بے رحم والدین سے خرید لیتے اور پھر نہایت محبت اور شفقت سے ان کی پرورش کرتے۔ جب وہ جوان ہو جاتیں تو ان کی شادی کا انتظام بھی خود ہی کرتے۔ ایسا کرتے ہوئے انھیں کافی مال خرچ کرنا پڑتا لیکن یہ سب کچھ وہ خوشی سے کرتے۔ اس طرح ان کی شرافت، نیک دلی اور سخاوت کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی اور وہ لوگوں میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

اسی زمانے میں رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّہ فتح کیا۔ اس کے بعد عرب کے گوشے گوشے سے مختلف قبیلے اپنے نمائندوں کے وفد بنا کر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ بھیجنے لگے۔ بنوتمیم کا ایک وفد بھی ۹ ہجری میں مدینہ آیا۔ اس میں حضرت صعصعہ بن ناجیہ بھی شامل تھے۔

اسی موقع پر وہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کے سامنے اِسلام پیش کیا تو انھوں نے فوراً اِسلام قبول کرنے کی عزت حاصل کر لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے قرآن مجید کی چند آیتوں کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انھوں نے عرض کیا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یارسول اللہ! میں نے زمانۂ جاہلیت میں کچھ نیک کام کیے ہیں' کیا مجھے ان کا ثواب ملے گا۔''

حضورؐ نے پوچھا: ''کیا نیک کام کیے ہیں؟

انھوں نے عرض کیا:

''ایک مرتبہ میری دو اونٹنیاں گم ہوگئیں۔ میں ایک اونٹ پر سوار ہوکر ان کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا۔ کچھ دوڑ دھوپ کے بعد وہ مجھے مل گئیں۔ انھیں ساتھ لے کر واپس آ رہا تھا کہ راستے میں ایک میدان کے اندر مجھے دو مکان دکھائی دیے۔ ایک مکان میں ایک بوڑھا آدمی نظر آیا۔ میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ گھر کے اندر سے آواز آئی 'لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ بوڑھے نے کہا 'اس کو زمین میں دبا دو۔ میں نے کہا' میں اس بچی کو تجھ سے خریدتا ہوں' اس کو دفن نہ کرو۔ وہ راضی ہو گیا اور میں نے اپنی دونوں اونٹنیوں اور اس اونٹ کے بدلے میں جس پر میں سوار تھا' اس بچی کو اس بوڑھے سے لے لیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے اسی طریقے سے دفن ہونے والی تین سَو ساٹھ لڑکیوں کو خریدا اور ہر لڑکی کے بدلے میں ایک اونٹ اور دو اونٹنیاں دیں۔ کیا ان کا مجھے کوئی اجر ملے گا؟''

رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وَسلّم نے حضرت صعصعہؓ کا بیان سن کر فرمایا:

''یہ تمھاری بہت بڑی نیکی ہے۔ اس کا ثواب تو تمھیں مل گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اسلام کی دولت عنایت فرمائی۔''

حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت اور خدمتِ خلق کی کوئی حد و نہایت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تھی۔

غریبوں محتاجوں اور اپنی ضروریات پر صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچتا تھا' وہ اس کو ہمسایوں اور مسافروں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسولؐ! میرے پاس ضروریات سے جو کچھ بچتا ہے' میں اس کو پڑوسیوں اور مسافروں کے لیے رکھ چھوڑتا ہوں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''پہلے ماں باپ بھائی بہن اور قریبی رشتہ داروں کو دیا کرو۔''

حضرت صعصعہ بن ناجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بھر قریبی رشتہ داروں' غریبوں اور حاجت مندوں پر اپنا مال بے دریغ صرف کرتے رہے۔ وہ نیکی کا ایک ایسا پتلا یا پیکر تھے کہ ان کی وفات کے بعد سینکڑوں لوگ عمر بھر ان کو یاد کرتے رہے اور ان کی اولاد اُن پر فخر کرتی رہی۔

www.KitaboSunnat.com

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ (عرصہ تک) ناراض رہے جو شخص تین دن سے زیادہ عرصہ تک ناراض رہے اور (اس عرصہ میں) مر جائے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ (ابوداؤد)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش نصیب بچہ

نبی ہونے کا اعلان کرنے کے بعد ہمارے رسولِ پاک ﷺ تین سال تک مکّہ کے خاص خاص لوگوں کو اللہ کے سچے دین اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ چوتھا سال شروع ہوا تو آپ ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق کھلے عام ہر طرح کے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے لگے۔ ان میں مکّہ کے مقامی لوگوں کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جو حج یا کسی دوسرے کام کے لیے باہر سے مکّہ آتے تھے۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو بتاتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے' مجھ پر ایمان لاؤ' ایک اللہ کو مانو' اسی کی عبادت کرو اور بتوں کی پوجا کرنا چھوڑ دو۔ اس موقع پر آپ ﷺ قرآن مجید کی کچھ آیتیں پڑھ کر ان کو سناتے تھے۔ یہ لوگ مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے جو سارے عرب میں جگہ جگہ آباد تھے۔ ان میں سے بعض آدمیوں پر آپ ﷺ کی دعوت کا بہت اثر ہوتا تھا۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے تھے جو اسلام قبول کر لیتے تھے یا قرآن مجید کی آیتیں یاد کر لیتے تھے۔ وہ واپس اپنے قبیلوں میں جاتے ہوئے راستے میں دوسرے قبیلوں کے پاس ایک آدھ دن کے لیے مہمان بن کر ٹھہر جاتے تھے اور ان قبیلوں کے لوگوں کے سامنے رسولِ پاک ﷺ کا ذکر کیا کرتے تھے اور ان کو قرآن مجید کی آیتیں بھی سنایا کرتے تھے جس سے ان لوگوں کے دلوں میں بھی رسولِ پاک ﷺ کی زیارت کا شوق پیدا ہو جاتا تھا۔

رسولِ پاک ﷺ مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ سے باہر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قبیلوں سے بہت کم واسطہ پڑتا تھا لیکن جب ۸ ہجری میں آپ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو عرب کے سارے قبیلوں پر اسلام کا رعب قائم ہو گیا اور انہوں نے دھڑا دھڑ اپنے کچھ معزز آدمیوں کو رسولِ پاک ﷺ کی خدمت میں مدینہ بھیجنا شروع کر دیا۔ عرب قبیلوں کے یہ نمائندے عام طور پر جماعت کی صورت میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس قسم کی جماعت کو وفد کہا جاتا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے اور کچھ آپ کے ساتھ امن اور صلح معاہدہ کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے جو لوگ مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہوتے وہ رسولِ پاک ﷺ کی اطاعت کا عہد کرنے اور آپ ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

ایک دفعہ بنو جرم نام کے ایک قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ آئے۔ یہ قبیلہ مدینہ کے شمال میں بہت دور آباد تھا۔ ان لوگوں نے رسولِ پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور کچھ دن مدینہ منورہ میں ٹھہر کر قرآن پڑھا اور دین کی تعلیم حاصل کی جب وہ مدینہ سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے رسولِ پاک ﷺ سے پوچھا:

''یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں نماز کون پڑھایا کرے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جس کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہو وہ امامت کرے۔''

یہ لوگ اپنے قبیلے میں واپس آئے تو سب ایک مجلس میں جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کس کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہے۔ یہ فیصلہ کرنے میں بڑی مشکل پیش آ رہی تھی کہ اچانک مجلس کے ایک کونے سے چھ سال کی عمر کا ایک بچہ اٹھا اور اس نے بڑے جوش سے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ قرآن یاد ہے۔ پھر اس نے فرفر قرآن پاک کی سورتیں پڑھنا شروع کر دیں۔ سب لوگ اس سے قرآن مجید سن

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر حیران رہ گئے اور مان گئے کہ واقعی اس کو ہم سب سے زیادہ قرآن یاد ہے۔ اب انھوں نے رسولِ پاک ﷺ کے حکم کے مطابق اس کو اپنا امام بنا لیا۔ اپنی قوم کے یہ خوش نصیب نونہال جو چھ سال کی عمر میں نماز میں لوگوں کی امامت کرنے لگے عمروؓ بن سلمہ جرمی تھے۔

حضرت عمرو بن سلمہؓ نے یہ واقعہ خود اس طرح بیان کیا ہے۔

''ہم ایک ایسے چشمے کے قریب رہتے تھے جو عام گزرگاہ پر واقع تھا۔ (یعنی بنوجرم) اس راستے کے قریب رہتے تھے جس پر دوسرے گاؤں اور شہروں کی طرف آنے جانے والے لوگ گزرتے تھے) ہم آنے جانے والے مسافروں سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سنا کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان پر اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے' ان میں سے بعض ہمیں کلام اللہ (قرآن مجید) سنایا کرتے تھے۔ میں ان سے جو کچھ سنتا' یاد کر لیتا' اس طرح مجھ کو قرآن مجید کا بہت سا حصہ یاد ہوگیا۔ مکہ فتح ہوا تو عرب کے سب قبیلے اسلام کی طرف کھینچنے لگے۔ میرے والد (سلمہ) بھی (دوسرے لوگوں کے ساتھ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ مدینہ میں ٹھہرنے کے بعد واپس آئے تو انھوں نے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بتایا کہ خدا کی قسم محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ انھوں نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم میں سے جس آدمی کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ تمہیں نماز پڑھایا کرے۔ لوگوں نے سب سے زیادہ قرآن یاد رکھنے والے کو تلاش کرنے کی کوشش کی تو ان کو معلوم ہوگیا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہ تھا چنانچہ انھوں نے مجھے اپنا امام بنا لیا۔ اس وقت میری عمر صرف چھ سال کی تھی اور میرے پاس اتنی چھوٹی سی چادر تھی کہ میں اپنا بدن بھی مشکل سے ڈھانک سکتا تھا۔ (یعنی غریبی کی وجہ سے پورا لباس بھی نہیں تھا) یہ دیکھ کر میری قوم (یا قوم کے کسی آدمی) نے مجھے ایک قمیص لے دی۔ مجھے قمیص کے ملنے سے بے حد خوشی ہوئی۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمروؓ بن سلمہ عرصہ تک اپنی قوم کے امام نماز رہے۔ بعد میں جب وہ بوڑھے اور کمزور ہوگئے (یا امامت کی ذمہ داری کسی دوسرے نے اٹھالی) تو وہ صرف جنازہ کی نماز پڑھانے لگے۔

❀ ❀ ❀

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو جب کسی نیکی کے کرنے کا موقع ملے فوراً وہ نیکی کرے کیونکہ ممکن ہے پھر یہ موقع نہ ملے۔ اب موقع حاصل ہے پھر ہوسکتا ہے کہ ایسا غریب ہو جائے کہ غریبی اس کو نیک کاموں کی توفیق نہ دے یا ایسا دولتمند ہو جائے کہ دولتمندی کے گھمنڈ میں نیکی سے جاتا رہے یا ایسا بیمار ہو جائے کہ نیک کام ہی سرزد نہ ہو یا ایسا بوڑھا ہو جائے کہ نیک کام کرنے کا ہوش ہی نہ رہے یا موت آ جائے کہ جس سے سلسلۂ اعمال ہی منقطع ہو جائے یا کسی اور فتنہ یا حادثہ میں مبتلا ہو جائے اس لیے اے لوگو جب موقع ملے فوراً نیکی کرو۔

(جامع ترمذی)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت طاؤس بن کیسان یمانیؒ

پاکباز درویش- بے خوف عالم

بنواُمیّہ کا دسواں خلیفہ ہشام بن عبدالملک تھا۔ اس نے ۱۰۵ہجری سے ۱۲۵ہجری تک حکومت کی۔ اپنی حکومت کے زمانے میں ایک دفعہ وہ مدینہ منورہ آیا تو سرکاری افسروں کو حکم دیا کہ کسی ایسے بزرگ کو میرے پاس لاؤ جن کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی عزت نصیب ہوئی ہے۔ انھوں نے عرض کیا:

''رسول اللہ ﷺ کے تمام اصحاب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں' ان میں سے کوئی بھی اس شہر میں موجود نہیں ہے۔''

ہشام نے کہا' اچھا تو کسی ایسے بزرگ کو لاؤ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی (ساتھی) کو دیکھا ہو اور ان سے تعلیم حاصل کی ہو۔''

اس وقت مشہور تابعی (رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھنے اور ان سے علم حاصل کرنے والے) حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ وہ حکمرانوں سے ہمیشہ دور رہتے تھے لیکن سرکاری افسر دوڑتے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے یہ کہہ کر کہ خلیفہ یہاں مہمان بن کر آیا ہے اور اس کو آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے' حضرت طاؤسؒ کو خلیفہ سے ملاقات کرنے پر راضی کر لیا۔ وہ ان کے ساتھ اس شان سے خلیفہ کے دربار میں پہنچے کہ قیمتی قالین کے بالکل کنارے جوتیاں اتاریں' پھر آگے بڑھ کر ہشام کے قریب گئے اور بلند آواز سے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ یا ہشام''

ہشام خلیفۂ وقت تھا۔ بھرے دربار میں حضرت طاؤسؒ کی بے باکی دیکھ کر اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے گرج کر کہا:

''اے طاؤس یہ کیا گستاخی ہے؟''

حضرت طاؤسؒ نے پوچھا، کیسی گستاخی؟

ہشام کو اور بھی طیش آیا اور اس نے کہا:

''تم نے میرے سامنے قالین کے بالکل کنارے جوتیاں اتاریں پھر سلام کیا اور امیر المؤمنین کہے بغیر میرا نام لیا۔''

حضرت طاؤسؒ دیکھ رہے تھے کہ ہشام سخت غصے میں ہے اور اس کے ایک اشارے سے ان کی جان بھی جا سکتی ہے لیکن ان کے چہرے پر گھبراہٹ کا نام ونشان تک نہ تھا بلکہ وہ اطمینان کے نور سے چمک رہا تھا۔ انھوں نے بڑے نپے تُلے لہجے میں فرمایا:

''میں نے جوتیاں آپ کے سامنے قالین کے کنارے اتاریں تو آپ کو غصہ آ گیا۔ میں ہر روز پانچ بار اپنے رب کے سامنے اپنی جوتیاں اتارتا ہوں مگر وہ تو اس بات پر کبھی خفا نہیں ہوا۔ میں نے امیر المؤمنین اس لیے نہیں کہا کہ بہت سے مسلمانوں نے آپ کی خلافت تسلیم نہیں کی اس لیے میں نہیں چاہتا کہ آپ کو مسلمانوں کا امیر کہہ کر جھوٹ بولوں۔ رہی یہ بات کہ میں نے آپ کا نام کیوں لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں (رسولوں اور نبیوں) کو ان کا نام لے کر ہی پکارا ہے جیسے یاداوٗد یا یحییٰ، یا موسیٰ اور اپنے دشمنوں کو ان کی کنیت سے پکارا ہے جیسے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ (ٹوٹے ہاتھ ابی لہب کے) پھر میں نے آپ کا نام لے کر کیا غلطی کی ہے؟''

حضرت طاؤسؒ کا جواب سن کر ہشام لاجواب ہو گیا اور اس نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔

انھوں نے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوزخ کے بچھو اونٹ کے برابر ہوں گے' ان کا ڈنک ایسے حکمرانوں کے لیے ہوگا جو رعیت سے انصاف نہ کریں۔''

یہ کہا اور ہشام کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔

حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کا شمار پہلی صدی ہجری کے بہت بڑے عالموں (تابعین) میں ہوتا ہے۔ وہ یمن کے رہنے والے تھے اس لیے ان کو طاؤس یمانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو رسولِ اکرم ﷺ کے پچاس صحابہؓ کی زیارت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں پیدا ہوئے تھے' جن اونچے رتبے والے اصحابؓ سے انھوں نے علم حاصل کیا' ان میں کچھ کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت ابو ہریرہؓ حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت زید بن ثابت' حضرت زید بن ارقم' حضرت سراقہ بن مالک' حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہم

ان کے علاوہ اُمّت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی انھوں نے کئی مسئلے دریافت کیے۔

رسولِ پاک ﷺ کے اتنے اصحاب سے فیض پا کر وہ حدیث کے حافظ اور تمام دینی علوم کا سمندر بن گئے تھے۔ اپنے علم کو انھوں نے عام لوگوں میں بھی دل کھول کر پھیلایا' یوں بے شمار لوگوں نے ان سے فیض پایا۔ ان میں ایک بڑی تعداد ان کے ایسے شاگردوں کی تھی جنھوں نے آگے چل کر بڑا نام پایا اور اسلامی دنیا کے بڑے عالموں میں شمار ہوئے۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بے حد عبادت گزار تھے۔ سخت بیماری کی حالت میں بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں چالیس حج کیے حالانکہ اس زمانے میں لمبا سفر کرنے میں بڑی مشکلات پیش آتی تھیں۔ ان کی عبادت کو دیکھ کر لوگوں میں مشہور تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ ان کے بارے میں فرمایا:
''میں گمان کرتا ہوں کہ طاؤس جنتی آدمی ہیں۔'' حاکموں اور امیروں کے پاس جانا پسند نہیں کرتے تھے کبھی کبھار کسی مجبوری کے تحت کسی حاکم کے پاس جانا پڑ جاتا تو اس کی خوشامد یا تعریف و توصیف ہرگز نہ کرتے اور نہ اس سے کوئی تحفہ یا مال قبول کرتے۔ ایک دفعہ یمن کے گورنر محمد بن یوسف ثقفی کے پاس اپنے ایک دوست کے ساتھ تشریف لے گئے۔ صبح کا وقت تھا اور سردی کا موسم۔ کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ حضرت طاؤسؒ نے معمولی (سادہ) لباس پہن رکھا تھا جو سردی سے بچاؤ کے لیے بالکل ناکافی تھا۔ گورنر نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ایک خادم کو حکم دیا کہ طیسان (ایک نہایت قیمتی کپڑے) کی چادر طاؤس کو اوڑھا دو۔ اس نے فوراً یہ چادر لا کر حضرت طاؤس کے کندھوں پر ڈال دی۔ حضرت طاؤس منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن ان کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنے کندھوں پر چادر کا ڈالا جانا پسند نہیں آیا۔ انھوں نے اپنے کندھے ہلانے شروع کر دیے یہاں تک کہ چادر زمین پر گر پڑی۔ گورنر محمد بن یوسف یہ دیکھ کر غضب ناک ہوگیا۔ وہ یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ وہ کسی شخص کو کوئی عطیہ دے اور وہ شخص اس عطیے کو اس طرح ٹھکرا دے۔ قریب تھا کہ اس کا غصہ قابو سے باہر ہو جائے' حضرت طاؤس کے دوست نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو گورنر کے دربار سے باہر لے آیا۔ پھر ان سے کہا کہ اگر آپ کو گورنر سے چادر لینا پسند نہیں تھا تو اس کو ناراض کرنا کیا ضروری تھا۔ آپ چادر لے لیتے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت غریبوں' مسکینوں میں بانٹ دیتے۔ حضرت طاؤسؒ نے فرمایا' اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے چادر قبول کرنے کو مثال بنا کر لوگ حاکموں سے تحفے وصول کرلیا کریں گے تو میں چادر لے لیتا۔ (ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی حاکم کسی غرض کے بغیر کسی کو کوئی تحفہ یا مال دے اسی لیے حضرت طاؤسؒ حاکموں سے دور دور ہی رہتے تھے۔) ایک دفعہ گورنر نے ان کے پاس سو دینار (سونے کے سکے) ہدیہ کے طور پر بھیجے لیکن انھوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت طاؤس بڑے رحم دل اور سخی بھی تھے۔ اپنی حیثیت کے مطابق غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کرتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ ساتواں اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک حج کے لیے مکّہ معظّمہ آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک نورانی صورت کے بزرگ بیت اللہ (کعبہ شریف) کا طواف کر رہے ہیں، وہ کوئی بڑے عالم معلوم ہوتے تھے کیونکہ بیسیوں آدمی ان کے ہمراہ تھے۔ سلیمان کے قریب امام زہریؒ کھڑے تھے۔ اس نے ان سے پوچھا:

یہ کون بزرگ ہیں؟

انھوں نے کہا، یہ طاؤس یمانی ہیں، ان کو رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابہؓ کو دیکھنے اور ان سے علم حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

سلیمان نے حضرت طاؤسؒ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرے پاس تشریف لا سکیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

حضرت طاؤس اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان سے درخواست کی کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں:

حضرت طاؤسؒ نے فرمایا:

''میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ شخص اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والا ہے جس کو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا جائے مگر وہ ان معاملات کو عدل و انصاف کے ساتھ نہ نمٹائے۔''

یہ حدیث سن کر سلیمان نے سر جھکا لیا اور دیر تک کسی سوچ میں غرق رہا پھر اس نے کہا:

کوئی اور حدیث بیان فرمائیے:

حضرت طاؤسؒ نے ایک دو اور حدیثیں بیان کیں جن میں حاکموں کو ظلم سے باز رہنے، عدل و انصاف سے کام لینے اور امانتوں کی حفاظت کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیثیں سن کر سلیمان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے سر جھکا لیا۔

سلیمان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے تو حضرت طاؤسؒ نے ان کو ایک خط بھیجا جس میں یہ نصیحت درج تھی:

''اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سب کام اچھے ہوں تو اچھے لوگوں کو عہدہ دار بنائیے۔''

حضرت عمرؓ نے ان کو جواب بھیجا:

''میری بھلائی کے لیے یہ نصیحت بہت کافی ہے۔''

حضرت طاؤس ۱۰۶ ہجری میں حج کے لیے مکہ گئے تو وہیں آخری وقت آ پہنچا اور ماہ ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر نوے سال سے کچھ اوپر تھی۔ جنازے میں بے شمار لوگ شریک ہوئے۔ خلیفہ ہشام نے نماز جنازہ پڑھائی اور ہزار ہا حاجیوں نے مکہ کی پاک سرزمین میں ان کو سپردِ خاک کر دیا۔

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم حسد کی بیماری سے بچو۔ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(ابوداؤد)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم بہت بڑی نعمت ہے

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ (پیارا) دین ہے اور اس میں علم سیکھنے اور سکھانے پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ فاطر میں فرمایا گیا ہے:

''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔'' (آیت:۲۸)

سورۃ الزُّمَر میں ارشاد ہوا ہے:

''بھلا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے دونوں کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔ (آیت:۹)

سورۃ المجادلہ میں فرمایا گیا ہے:

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم دیا گیا، درجے بلند فرمائے گا۔'' (آیت:۱۱)

سورۂ طٰہٰ میں اس دعا کی تلقین کی گئی ہے۔

''اے میرے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر۔ (آیت:۱۱۴)

اسی طرح اور بہت سی آیات میں علم کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب قرار دیا گیا ہے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کو ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد پر ہے یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد ایک ایسا عمل ہے جو دوسرے تمام اعمال سے افضل ہے۔ گویا علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلنے والے کو دوسرے سب نیک

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاموں کے ثواب سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''علم حاصل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے علم حاصل کرنا لازم ہے۔ علم کی طلب عبادت ہے' علم کی تلاش جہاد ہے' بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے' علم حلال اور حرام کا نشان ہے' جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے۔ راحت اور مصیبت کا بتانے والا ہتھیار ہے' دوستوں میں زینت ہے' علم والے کی بخشش کے لیے ہر چیز حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں' زمین کے کیڑے مکوڑے اور خشکی کے درندے اور چرندے بھی دعا کرتے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

علم کے ذریعے مرتبہ بلند ہوتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے' اس کی روشنی میں ہر مسلمان کا اس بات پر ایمان ہے کہ علم بہت بڑی نعمت ہے' جو ایمان والا اس کو حاصل کرے گا' اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی اس کا مرتبہ بلند کرے گا۔ گویا علم ترقی یا مرتبے کی بلندی یا اللہ کی خوشنودی کا زینہ (سیڑھی) ہے۔ ہماری تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں کسی انتہائی غریب گھرانے کے مسلمان بچے نے شوق اور محنت سے علم حاصل کرنا شروع کیا اور طرح طرح کی مشکلات (تنگی ترشی' سفر وغیرہ) کے باوجود سالہا سال تک برابر علم حاصل کرنے میں جٹا رہا یہاں تک کہ مختلف علوم پر اس کو عبور حاصل ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا یعنی اس کو عزت دولت' شہرت' مرتبہ ہر شے بخشی۔ ہم یہاں صرف ایک مثال پیش کریں گے' وہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ان کا تعلّق ایک بہت غریب گھرانے سے تھا پھر بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن انھوں نے شوق اور محنت سے چند سالوں میں اتنا علم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرلیا کہ ایک دن اہلِ سُنّت کے اُن بڑے اماموں میں شمار ہوئے جن کو علم کے سمندر کہا جاتا ہے اور دین یا شریعت کے مختلف مسائل میں ان کی جو تحقیق ہے یا ان کے عمل کا جو طریقہ ہے، مختلف ملکوں کے کروڑوں مسلمان اس کی پیروی کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات بڑے سبق آموز اور دلچسپ ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:

''امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ ہجری میں عسقلان یا غزہ میں پیدا ہوئے، وہ ابھی دودھ پیتے بچے تھے کہ ان کے والد فوت ہوگئے اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ والدہ پر آ پڑا۔ والدہ اور مرحوم والد دونوں کا اصل وطن مکّہ تھا اور وہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ ننھے محمد بن ادریس کی عمر دو سال کی ہوئی تو ان کی والدہ انھیں مکّہ لے گئیں اور وہاں اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کر کے واپس آ ئیں۔ ننھے نے ذرا ہوش سنبھالا تو والدہ نے دیکھا کہ انھیں علم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے اور ان کا حافظہ (یادداشت کی طاقت) بھی بہت مضبوط ہے۔ اس پر والدہ نے انھیں مقامی مدرسے میں دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بٹھا دیا۔ لائق بیٹے نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ اس کے بعد انھوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مؤطا'' کو حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اس مشہور کتاب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ حدیثیں جمع کی تھیں۔ دس برس کی عمر میں نوعمر امام شافعیؒ نے پوری مؤطا یاد کرلی۔ اس زمانے میں ان کی والدہ انھیں اپنے وطن مکّہ لے آئی تھیں۔ وہ بہت غریب تھیں اور بڑی تنگی ترشی سے گزارہ کر رہی تھیں لیکن بیٹے کی پرورش اس طرح کر رہی تھیں کہ اس کے علم حاصل کرنے کے شوق پر کوئی اثر نہ پڑے۔ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک یتیم لڑکا تھا اور میری پرورش اور تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ میری والدہ پر تھا۔ ہمارے پاس مال نہیں تھا (جس سے گھر کی ضرورتیں پوری ہوسکیں) لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدہ نے میری پرورش اس طرح کی کہ میں برابر علم حاصل کرتا رہا۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر مسجد میں جا کر عالموں کی مجلس میں بیٹھنے لگا۔ وہ جو حدیثیں اور دین کے مسئلے بیان کرتے، میں ان کو یاد کر لیتا تھا مکّہ میں ہمارا گھر ''شعبِ خیف'' نام کے ایک محلّے میں تھا۔ وہاں بہت سی چوڑی ہڈیاں مل جاتی تھیں۔ میں غریبی کی وجہ سے کاغذ نہیں خرید سکتا تھا اس لیے چوڑی ہڈیوں پر لکھتا تھا اور جب یہ زیادہ ہو جاتیں تو انھیں ایک مٹکے میں ڈال دیتا تھا۔''

امام صاحب نے لڑکپن ہی میں (قرآن اور حدیث) کے علاوہ فقہ، تاریخ، ادب، شعر اور دوسرے تمام علوم بھی حاصل کرنے شروع کر دیے۔ وہ کچھ عرصہ مکّہ کے بہت بڑے عالم اور مفتی مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔

چودہ سال کی عمر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک قافلے کے ساتھ مکّہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم کی دولت لٹا رہے تھے اور دور دراز شہروں سے سینکڑوں لوگ یہ دولت حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ آٹھ دن کے سفر کے بعد امام شافعیؒ بھی مدینہ منورہ پہنچے اور امام مالک علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی شاگردی اختیار کر لی۔ امام مالکؒ نے پہلے روز ہی اندازہ کر لیا کہ لڑکا ہونہار ہے اور کسی دن کچھ بن کر نکلے گا پھر یہ بھی کہ وہ قریش سے تعلّق رکھتا ہے اور مکّہ معظّمہ کا رہنے والا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کو علم حاصل کرنے کا بے حد شوق ہے۔ انھوں نے ہونہار شاگرد کو نہایت محبت اور شفقت سے تعلیم دی۔ آٹھ ہی مہینے میں امام شافعیؒ کو قرآن و حدیث کا اتنا علم حاصل ہو گیا کہ پندرہ سال کی عمر میں ان کو دین کے مسائل میں فتویٰ دینے کی اجازت مل گئی۔ امام مالکؒ کو اپنے اس لائق شاگرد سے انتہا محبت ہو گئی اور انھوں نے ان کو اتنا مال دیا کہ وہ بڑے مال دار ہو گئے اور اس قابل ہو گئے کہ غریبوں اور حاجت مندوں کی دل کھول کر مدد کر سکیں۔ امام مالکؒ نے ان کو مال کے علاوہ بہت سا گھریلو سامان وغیرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی دیا۔ یہ سب چیزیں ان کو شاگردوں اور دوستوں کی طرف سے ہدیے میں دی گئی تھیں۔ امام شافعیؒ کئی سال تک امام مالکؒ کی خدمت میں رہے۔ اس دوران میں وہ ایک دوبار مکّہ بھی آئے۔ امام مالکؒ کی وفات (۱۷۹ھ ہجری) کے بعد وہ مستقل طور پر مکّہ آ گئے' وہاں حدیث اور فقہ کے کئی علماء سے مزید تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ ساری اسلامی دنیا میں وہ دین کے بہت بڑے عالِم اور امام مانے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ بغداد گئے وہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے ساتھ بڑی دوستی رہی اور دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے علم سے فائدہ پہنچایا۔ 188ھ ہجری میں وہ پھر مکّہ معظّمہ گئے اور کئی سال تک بیت اللہ شریف میں درس دیتے رہے۔ ۱۹۸ھ ہجری میں بغداد جا کر درس دینا شروع کیا۔ دو سال بعد وہ مصر گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۲۰۴ھ ہجری میں ان کا آخری وقت آ پہنچا اور انھوں نے مصر کے شہر فسطاط میں وفات پائی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار شاگرد اور ایک سَو سے زیادہ کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں۔'

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جس ذوق وشوق سے علم حاصل کیا اور اس سلسلے میں جو تکلیفیں اٹھائیں' سیرت نگاروں نے ان کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے پھر علم حاصل کرنے کے بعد ان کو جو بلند مرتبہ حاصل ہوا' شہرت اور دولت نے جس طرح ان کے قدم چومے' بے شمار طالب علموں اور حاجت مند غریبوں کو ان سے جو فیض پہنچا ان سب کا حال پڑھ کر ماننا پڑتا ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کو یہ مل جائے وہ دین اور دنیا دونوں میں کامیاب ہوتا ہے۔

* * *

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم بڑی دولت ہے

علاّمہ اصمعیؒ کا شمار اسلامی تاریخ کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف قرآن پاک، حدیث، ریاضی، تاریخ اور عربی زبان کے بہت بڑے عالم تھے بلکہ ان کو علم حیوانات میں بھی کمال حاصل تھا۔ علمِ حیوانات یا حیوانیات کا مطلب یہ ہے کہ مختلف بے زبان جانوروں مثلاً اونٹوں، گھوڑوں، بھیڑ بکریوں اور جنگلی جانوروں (شیروں، چیتوں، بندروں، بھیڑیوں، ہاتھیوں وغیرہ) کی عادتوں، بیماریوں ان کے علاج، خوراک وغیرہ کے بارے میں ہر قسم کی واقفیت حاصل کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے سائنس دان ہیں جنھوں نے اس علم میں بڑی تحقیق کے بعد کئی کتابیں لکھیں۔

علامہ اصمعی ۷۴۰ء عیسوی میں عراق کے شہر بصرہ میں ایک نہایت غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام عبدالمالک بن قریب تھا لیکن انھوں نے اپنے لقب اصمعی سے شہرت پائی۔

علامہ اصمعی نے ذرا ہوش سنبھالا تو والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور کوئی دوسرا سہارا بھی نہ رہا۔ والدین نے اپنے ایک معمولی مکان کے سوا اپنے پیچھے کچھ نہیں چھوڑا تھا اس لیے اصمعی بڑی تنگی ترشی سے گزارہ کرتے تھے۔ خدا کی قدرت کہ جس قدر وہ غریب تھے اتنا ہی ان کو علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ یہ شوق پورا کرنے میں انھوں نے دن رات ایک کر دیے اور اتنی مصیبتیں جھیلیں کہ ان کا حال پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ان کے شوق اور محنت ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک دن وہ بہت بڑے عالم بنے اور عالم بھی اتنے دولت مند کہ بڑے بڑے امیر... لوگ ان پر رشک کرتے تھے اور بے شمار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غریب لوگ ان کے دستر خوان پر روٹی کھاتے تھے۔

علّامہ اصمعی نے بچپن میں اپنی غریبی، علم حاصل کرنے کے شوق اور اپنی ترقی کا حال اس طرح بیان کیا ہے:

''میں نے بچپن میں تعلیم حاصل کرنی شروع کی تو سخت غریب اور بے سہارا تھا۔ گھر میں کبھی کھانے کو کچھ مل جاتا اور کبھی فاقہ کرنا پڑتا۔ کسی دوسرے کو اپنی غریبی کا حال بتا کر اس کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے شرم آتی تھی۔ گھر میں کوئی ایسی چیز بھی نہ تھی جسے بیچ کر کچھ حاصل ہو جاتا۔ جب بھوک سے نڈھال ہو جاتا تو گھر کی اینٹیں اکھاڑ اکھاڑ کر بیچتا تھا اور جو کچھ مل جاتا تھا، اسی سے پیٹ پالتا تھا۔ اس پریشانی کی حالت میں بھی علم حاصل کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ دن ہو یا رات، اپنے وقت کا زیادہ حصہ اسی کام میں گزر جاتا تھا۔ ہر روز صبح سویرے اپنے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر باری باری بصرہ شہر کے کئی عالموں کی خدمت میں حاضر ہوتا، کسی سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرتا، کسی سے تاریخ کا، کسی سے ریاضی کا اور کسی سے کسی اور علم کا سبق لیتا تھا۔ جس گلی میں میرا گھر تھا، اس میں ایک سبزی بیچنے والے کی دکان تھی۔ وہ مجھے گلی میں آتے جاتے دیکھ کر اکثر مجھ سے پوچھا کرتا، میاں! کہاں گئے تھے یا کہاں سے آ رہے ہو؟ جب میں اسے بتاتا کہ میں فلاں عالم کے پاس دین کا علم حاصل کرنے گیا تھا یا فلاں عالم سے تاریخ یا ریاضی وغیرہ کا علم حاصل کر کے آ رہا ہوں تو وہ میری ہنسی اڑاتا اور مجھ سے ہمدردی جتاتے ہوئے کہتا، میاں! تم کس بکھیڑے میں پڑ گئے ہو، میری مانو تو کوئی ایسا ہنر سیکھ لو جس سے روزی کما سکو، ان کتابوں میں اپنا مغز کھپا کر تم اپنا وقت برباد کر رہے ہو، ان کتابوں سے تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا، اگر تم یہ ساری کتابیں ایک روٹی کے بدلے میں مجھے دینا چاہو تو خدا کی قسم میں انھیں ہرگز نہ لوں گا۔

اس سبزی فروش کی ہر روز کی ایسی باتوں نے میرا ناک میں دم کر دیا۔ مجبور ہو کر میں اندھیرے منہ گھر سے نکلتا جب اس کی دکان کھلی نہ ہوتی اور رات گئے اُس وقت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

واپس آتا جب اس کی دکان بند ہو جاتی۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے۔ ان چند سالوں میں کوئی علم ایسا نہیں تھا جس میں مَیں نے کمال حاصل نہ کر لیا ہو۔ میرے سارے استادوں کا شمار اس زمانے کے بہت بڑے عالموں میں ہوتا تھا اور لوگ ان کو بہت مانتے تھے۔ میں نے جس شوق اور محنت سے تعلیم حاصل کی تھی' اس کی وجہ سے میرے سارے استاد میری بہت قدر کرتے تھے اور اپنے دوسرے شاگردوں اور عام لوگوں کے سامنے میری بے حد تعریف کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ سب لوگ مجھے بھی بہت اونچے درجے کے عالموں میں شمار کرنے لگے اور میری شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اتنا مشہور ہو کر بھی میری حالت میں کوئی فرق نہ آیا کیونکہ میں کسی کو اپنی غریبی کا حال نہیں بتاتا تھا۔ چند نوجوانوں نے میری شاگردی اختیار کر لی تھی۔ وہ کبھی کبھی کھانے پینے کی کچھ چیزیں ہدیہ کے طور پر مجھے دے دیتے تھے اور میں کئی کئی دن انہی چیزوں پر گزارہ کرتا تھا۔ ایک دن تو مجھ پر ایسا آیا کہ گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی اور میں گھر کا دروازہ بند کر کے بھوکا پیاسا لیٹا ہوا تھا کہ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک شخص عمدہ لباس پہنے کھڑا ہے۔ اس نے مجھے بڑے ادب سے سلام کیا اور کہا:

''میں بصرہ کے امیر (گورنر) محمد بن سلیمان کا خادمِ خاص ہوں' انھوں نے آپ کو یاد فرمایا ہے اور میں آپ کو ان کے پاس لے جانے کے لیے آیا ہوں۔''

میں نے کہا:

''بھائی! مجھے آپ کے ساتھ جانے میں کوئی عذر نہیں لیکن میرے پاس تو اپنے ان پیوند لگے کپڑوں کے سوا کوئی اور ڈھنگ کا لباس بھی نہیں جسے پہن کر امیر کے پاس جا سکوں۔''

یہ سن کر وہ شخص خاموشی سے واپس چلا گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر آیا اور عمدہ کپڑے کے تین چار جوڑے میرے سامنے رکھ دیے جن پر ایک ہزار اشرفیوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک تھیلی بھی رکھی ہوئی تھی۔

میں نے پوچھا، اب آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟

اس نے کہا، یہ چیزیں امیر نے آپ کی خدمت میں بھیجی ہیں، آپ نہا دھو کر ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہن لیں اور میرے ساتھ چلیں۔

میں نے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے اور اس شخص کے ساتھ امیر کے پاس پہنچ گیا۔

امیر محمد بن سلیمان نے بڑے تپاک سے میرا استقبال کیا اور بڑی عزت کے ساتھ مجھے اپنے پاس بٹھا کر کہا "ہمارے خلیفہ امیر المومنین ہارون الرشید کو اپنے بیٹے شہزادہ امین الرشید کی تعلیم و تربیت کے لیے اتالیق (استاد) کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں اس خدمت کے لیے آپ سے بڑھ کر کوئی اور عالم موزوں نہیں۔ اگر آپ اس کام کا ذِمہ لے سکتے ہیں تو میں آپ کو خلیفہ کی خدمت میں بغداد بھیج دیتا ہوں۔"

میں نے کہا: "مجھے یہ خدمت انجام دے کر بہت خوشی ہو گی۔"

امیر نے کہا: "آپ کا شکریہ! آپ بغداد جانے کے لیے تیار ہو کر کل صبح میرے پاس پہنچ جائیں۔ اب گھر جا کر آپ سفر کی تیاری کریں۔"

دوسرے دن صبح کو میں نے چند ضروری کتابیں اپنے ساتھ لیں اور اپنا گھر ایک رشتہ دار بوڑھی خاتون کے سپرد کر کے امیر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے خلیفہ کے نام ایک خط میرے سپرد کیا اور اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ مجھے دریا کے کنارے تک پہنچا دے۔ وہ مجھے دریا کے کنارے لے آیا جہاں ایک خاص کشتی میرے لیے کھڑی تھی میں اس میں سوار ہو کر بغداد پہنچ گیا۔

بغداد پہنچ کر میں نے ایک دن آرام کیا۔ دوسرے دن شاہی دربار میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے امیر محمد بن سلیمان کا خط اُس کی خدمت میں پیش کیا۔ خلیفہ نے خط پڑھ کر میری طرف دیکھا اور پوچھا:

"عبدالمالک بن قریب الاصمعی آپ ہی کا نام ہے؟

میں نے عرض کیا: "جی ہاں حضور! اس بندے ہی کو عبدالمالک بن قریب الاصمعی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں۔"

خلیفہ نے کہا: "میں اپنے پیارے بیٹے محمد امین کو تعلیم و تربیت کے لیے آپ کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسے ہر مضمون کی تعلیم ایسے عمدہ طریقے سے دیں گے کہ اس کے دین اور عقیدے میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہو۔"

میں نے عرض کیا: "امیرالمومنین! جیسا آپ چاہتے ہیں میں یہ خدمت اسی طرح انجام دوں گا۔

اتنے میں شہزادہ محمد امین بھی دربار میں آ گیا۔ خلیفہ نے اس کو میرے سامنے کر کے کہا: "یہ تمہارے استاد ہیں۔"

اس وقت دربار میں موجود تمام امیروں نے شہزادے کے سر پر ہزاروں اشرفیاں نچھاور کیں۔ یہ سب اشرفیاں مجھے دے دی گئیں۔ اس کے بعد خلیفہ کے حکم سے ایک شاندار محل ہر قسم کے سامان سمیت اس مقصد کے لیے میرے سپرد کیا گیا کہ اس میں بیٹھ کر شہزادے کی تعلیم و تربیت کی خدمت انجام دوں۔ محل کے ساتھ کئی ملازم بھی میری خدمت کے لیے مقرر کر دیے گئے۔ خلیفہ نے دو ہزار اشرفیاں میری ماہانہ تنخواہ مقرر کی اور حکم دیا کہ میرے لیے ہر روز شاہی باورچی خانہ سے کھانا آیا کرے اور یہ کھانا اس کھانے سے دیا جائے جو خاص خلیفہ کے لیے تیار کرا دیا۔

شہزادے کا اتالیق ہونے کی وجہ سے خلیفہ مجھ پر بہت مہربان تھا۔ اگر میں کسی کی سفارش کرتا تو وہ اس کو ہمیشہ منظور کر لیتا تھا۔ لوگ بھی مجھ کو اکثر قیمتی تحفے بھیجتے رہتے تھے۔ تنخواہ سے اور اس طریقے سے جو روپیہ میرے پاس جمع ہو گیا میں نے اپنے بعض دوستوں کے پاس بصرہ بھیج دیا جنھوں نے میرے لئے بصرہ میں کافی جائیداد خرید لی اور میرے لیے ایک شاندار مکان بھی تیار کرا دیا۔

میں کئی سال تک شہزادہ محمد امین الرشید کو بڑی محنت سے تعلیم دیتا رہا یہاں تک کہ وہ سارے مضمونوں میں طاق ہو گیا۔ اب میں ایک دن شہزادے کو خلیفہ کے پاس لے گیا اور اس سے درخواست کی کہ میں نے آپ کی خواہش کے مطابق شہزادے کو تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے دی ہے' آپ اس کا امتحان لے لیں۔ خلیفہ نے ہر علم اور فن میں شہزادے کا امتحان لینے کے لیے بے شمار سوال کیے۔ شہزادے نے ہر سوال کا صحیح جواب دیا۔ اس پر خلیفہ بہت خوش ہوا۔ اب اس نے کہا کہ آپ شہزادے کو چند خطبے یاد کرا دیں۔ میں نے چند عمدہ خطبے اس کو یاد کرا دیے۔ اس کے بعد جو جمعہ آیا شہزادے نے بڑے اچھے طریقے سے جامع مسجد میں خطبہ پڑھا اور پھر نماز جمعہ کی امامت کی۔ اس پر تمام وزیروں اور امیروں نے خلیفہ کو مبارکباد دی اور ہزاروں اشرفیاں مجھے انعام میں دیں۔ اس طرح میرے پاس ایک بڑی رقم جمع ہوگئی۔ اس کے بعد خلیفہ نے میرے ماتھے کو چوم کر کہا' آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا' اب آپ کا حق ہے کہ جس چیز کی خواہش ہو' مجھ سے مانگ لیں۔

میں نے عرض کیا: ''امیر المومنین! میری صرف اتنی درخواست ہے کہ اب مجھے بصرہ واپس جانے کی اجازت دیں۔ خلیفہ نے فرمایا' آپ بخوشی بصرہ جا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اشرفیوں کی بہت سی تھیلیاں' بہت سے قیمتی کپڑے اور اعلیٰ قسم کے گھوڑے مجھے انعام میں دیے اور بصرہ کے امیر کو لکھ بھیجا کہ میرا شاندار استقبال کیا جائے۔

پھر میں کئی ملازموں کے ساتھ خلیفہ کو دعائیں دیتا ہوا بغداد سے روانہ ہوا۔ بصرہ پہنچا تو بصرہ کے امیر نے شہر کے ہزاروں لوگوں کے ساتھ میرا استقبال کیا اور ایک جلوس کی صورت میں مجھے اپنے گھر پہنچایا جو اب ایک شاندار محل کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ جب جلوس کے لوگ واپس جانے لگے تو اچانک میری نظر اس سبزی فروش پر پڑی جو ہر روز میری ہنسی اڑایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ کتابیں چھوڑو اور کوئی دوسرا کام سیکھو۔ اب وہ میری شان و شوکت دیکھ کر سخت حیران تھا۔ میں نے اسے اپنے قریب بلا کر اس کا حال پوچھا' اس نے کہا: ''آپ نے جس حال میں مجھے چھوڑا تھا' میں آج تک اسی طرح سبزی بیچ کر اپنی روزی کماتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ اللہ نے آپ کو اتنی عزت دی ہے۔'' میں نے اس سے کہا: ''یہ سب کچھ ان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کی بدولت سے حاصل ہوا ہے جن میں مغز کھپانے سے تم مجھے منع کرتے تھے۔'' سبزی فروش نے کہا کہ میں اپنی بیوقوفی پر شرمندہ ہوں اب مجھے معلوم ہو گیا کہ علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ میں نے سبزی فروش کو گلے لگا لیا اور اپنی جائداد کا انتظام اس کے سپرد کر دیا۔'' علّامہ اصمعی اس کے بعد عمر بھر غریبوں اور حاجت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتے رہے۔ انھوں نے ۸۲۸ عیسوی میں وفات پائی اور بہت سی کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں۔

* * *

۱- حدیثِ نبوی ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم حَسَد کی بیماری سے بچو۔ حَسَد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

۲- حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹی قسَم سے اسباب تو فروخت ہو جاتا ہے مگر تاجر کی کمائی میں برکت نہیں رہتی۔ (صحیح بخاری)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہارونُ الرّشید لاجواب ہوگیا

عباسی خاندان کا پانچواں خلیفہ ہارون الرشید بڑا ذہین اورعلم دوست انسان تھا۔ ایک دفعہ اس کے کسی دوست نے اس سے پوچھا' کیا آپ کبھی کسی بات پر لاجواب بھی ہوئے ہیں؟ (یعنی آپ نے کبھی کسی سوال کا جواب دینے سے اپنے آپ کو عاجز پایا؟'

ہارون الرشید نے کہا:

''ہاں میری زندگی میں تین موقع ایسے آئے کہ میں لاجواب ہوگیا' ایک دفعہ (میری دور کی رشتے دار) ایک خاتون کا بیٹا فوت ہوگیا۔ اس کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس کا رونا دھونا تھمتا ہی نہیں تھا۔ میں نے تسلی دینے کے لیے اس سے کہا' آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھیں اور مت روئیں۔

اس خاتون نے کہا' میں اس بیٹے کے مرنے پر کیوں نہ روؤں کہ جس کے بدلے میں امیرالمؤمنین نے مجھے اپنی ماں کا درجہ دے دیا۔

دوسری مرتبہ مصر میں کسی شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا لقب موسیٰ رکھا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

جب اسے میرے سامنے پیش کیا گیا۔ تو میں نے محسوس کیا کہ اس کے دماغ میں خلل ہے لیکن دیکھنے میں وہ بڑا چالاک معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس سے کہا: موسیٰ علیہ السّلام کو تو اللہ تعالیٰ نے کئی معجزے دیے تھے' تو جو موسیٰ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اپنا کوئی معجزہ دکھا۔ اس نے کہا' موسیٰ علیہ السّلام نے اس لیے معجزے دکھائے تھے کہ فرعون نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا' آپ اگر خدا ہونے کا دعویٰ کریں تو میں بھی معجزہ دکھادوں گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری مرتبہ لوگ میرے ایک صوبہ کے والی (گورنر) کی شکایت لے کر آئے کہ وہ سخت کاہل اور لاپروا آدمی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ تو بہت نیک اور ایمان دار شخص ہے۔ لوگوں نے کہا ' تو پھر آپ اس کو اپنی جگہ خلیفہ بنا دیں تاکہ ملک کے سارے صوبوں کے عوام کو فائدہ پہنچے۔

* * *

www.KitaboSunnat.com

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ پڑھنے جائے تو اسے چاہیے کہ نہا کر جائے۔ (صحیح بخاری)

حدیثِ نبویؐ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ جب وہ کوئی لقمہ بھی کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جب پانی کا گھونٹ پیے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ (صحیح مسلم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم کی لاج رکھ لی

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری صدی ہجری میں دین کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ انھوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے زمانے کے اور کئی بڑے عالموں سے علم حاصل کیا تھا اور پھر خود بھی علم کا ایسا سمندر بن گئے تھے جس سے علم کی پیاس رکھنے والے ہزاروں لوگ سیراب ہوئے اور ان میں سے بعض بعد میں علم کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے۔ خلیفہ ہارون الرشید جس نے ۱۷۰ ہجری سے ۱۹۳ ہجری تک حکومت کی، دین کے عالموں کا بڑا قدردان تھا۔ وہ بغداد کے جن بزرگوں کو بڑے عالم سمجھتا تھا، ان کو کبھی کبھی اپنی مجلس میں بلایا کرتا تھا یا خود ان کی مجلس میں چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ بہت سے علماء امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون الرشید آ گیا اور سب اصحاب کو "اَلسَّلامُ علیکُم" کہا۔ امام محمدؒ نے بیٹھے بیٹھے ہی خلیفہ کے سلام کا جواب دیا مگر دوسرے تمام علماء خلیفہ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب خلیفہ اپنی مَسنَد پر بیٹھ گیا تو ہر ایک عالم نے باری باری اس سے ملاقات کی۔ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی باری پر خلیفہ سے ملے تو اس نے پوچھا:

"میری تعظیم کے لیے سب لوگ کھڑے ہوئے لیکن آپ کیوں کھڑے نہیں ہوئے۔"

امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

"آپ نے مجھ کو جس طبقے میں شریک کر رکھا ہے، میں اس سے باہر نہیں آنا چاہتا۔ آپ مجھ کو دین کے عالموں میں شمار کرتے ہیں، میں اسے پسند نہیں کرتا کہ علم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کی جماعت سے نکل کر نوکروں اور خدمت گزاروں کی جماعت میں شامل ہو جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص یہ خواہش کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔'' جو لوگ خدمت کا حق ادا کرنے اور اپنے بادشاہ کی عزت اور رتبہ بڑھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، وہ دشمن کے لیے ہیبت اور رعب کا باعث ہو سکتے ہیں، مگر جو شخص بیٹھا رہا اس نے رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کی پیروی کی۔

یہ سن کر ہارون الرشید نے کہا:

''اے محمد! آپ نے بالکل درست فرمایا:''

اس کے بعد خلیفہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا، خلیفہ نے اس کے مطابق عمل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے آپ کے لیے کچھ عطیہ کا حکم دیا ہے، آپ اس کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیجیے۔ چنانچہ امام صاحبؒ کی خدمت میں ایک بڑی رقم پیش کی گئی جو انھوں نے اسی وقت تقسیم کر دی۔

* * *

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسی کرنی ویسی بھرنی

دوسری صدی ہجری/آٹھویں صدی عیسوی میں ہلال بن اسعر عربی زبان کا مشہور شاعر گزرا ہے۔ وہ عراق کے شہر بصرہ کا رہنے والا تھا۔ ہلال نہ صرف ایک اونچے درجے کا شاعر تھا بلکہ نہایت شریف' بہادر' شہ زور (طاقت ور) اور بے خوف انسان بھی تھا۔ وہ یا تو کسی پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا اور اگر اسے مجبور ہو کر کسی پر ہاتھ ڈالنا پڑتا تھا تو اس کے لیے محال تھا کہ ہلال کی پکڑ سے نکل جائے۔ اس نے لڑائی کے میدان میں طاقتور سے طاقتور دشمن کو بھی کبھی پیٹھ نہیں دکھائی تھی اور نہ وہ کبھی مقابلے میں کسی سے ہارا تھا۔

ایک دن دوپہر کا وقت تھا اور قہر کی دھوپ پڑ رہی تھی۔ ہلال نے دیکھا کہ اس کی اونٹنی پیاس کی وجہ سے سخت بے چین ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے کچھ کھجوریں' کچھ روٹیاں' کچھ پنیر کے ٹکڑے اور کچھ کباب ساتھ لیے اور اونٹنی پر سوار ہو کر اسے پانی پلانے کے لیے دریا کی طرف چل پڑا۔ دھوپ کی تپش سے بچنے کے لیے اس نے ایک موٹی چادر اپنے اوپر ڈال لی۔ جب وہ شہر سے کافی دور نکل آیا تو راستے میں دوسری جانب سے آتے ہوئے دو گھڑ سوار ملے۔ یہ دونوں دو عرب قبیلوں نہشم اور فقیم کے بدمست جوان تھے۔ ان کو اپنی طاقت اور بہادری کا بڑا گھمنڈ تھا۔ گھوڑوں کی باگیں سنبھالے اس طرح جھومتے ہوئے آ رہے تھے جیسے کوئی میدان مارا ہے۔ ہلال کو دیکھا تو سمجھے کہ کسی امیر آدمی کا نوکر اس کی اونٹنی کو پانی پلانے لے جا رہا ہے۔ ان میں سے ایک نے بڑے رعب سے کہا: "ابے او چرواہے! تمھارے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز ہے؟

ہلال کو اس کی بات سن کر غصہ تو بہت آیا لیکن اس نے شرافت سے کام لیا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے اخلاق سے کہا:

"کیوں نہیں، سب کچھ ہے۔ دودھ پینا چاہو تو یہ میری اونٹنی ہے، گھوڑوں سے نیچے اتر کر جتنا چاہو اس کا دودھ پی لو۔ اگر کچھ کھانا چاہو تو میرے پاس آ کر روٹی، کباب، کھجوریں جو چاہو لے لو۔"

ہلال کا جواب سن کر دونوں سواروں کو سخت غصہ آیا اور انھوں نے بنکار کر کہا:

"ابے تو ہمیں جانتا نہیں کہ ہم کون ہیں، اپنی ہڈی پسلی کی سلامتی چاہتا ہے تو اونٹنی سے اتر کر دودھ اور دوسری چیزیں خود ہمارے پاس لا۔"

ہلال نے کہا:

"میں نے کہا نا جن چیزوں کی ضرورت ہے خود آ کر لے لو۔"

اب تو دونوں سوار آگ بگولا ہو گئے۔ ایک نے چلّا کر کہا:

"تو بڑا بدتمیز ہے۔ نیچے اتر اور یہ چیزیں ہمیں دے ورنہ ہم تمہاری کھال ادھیڑ دیں گے۔"

اب تو ہلال میں بھی کچھ اور سننے کی تاب نہ رہی۔ وہ اونٹنی سے چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور للکار کر کہا:

"تم نے مجھے بدتمیز کہا اور طرح طرح کی دھمکیاں دیں، اب دیکھتا ہوں کہ کون بدتمیز ہے اور کس کی ہڈی پسلی ایک ہوتی ہے۔"

یہ سن کر ایک سوار آگے بڑھا اور اس نے تڑاق سے ایک کوڑا ہلال کو جڑ دیا۔ ہلال نے یہ کوڑا اپنے بازو پر روکا اور سوار کی ٹانگ پکڑ کر اس کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا پھر اس کو اپنی ران کے نیچے دبا کر اتنے گھونسے اور مکّے مارے کہ اس کی چیخیں نکل گئیں۔ اس کا ساتھی دوسرا سوار اس کی مدد کے لیے آگے بڑھا تو ہلال نے اس کا بھی یہی حشر کیا۔ دونوں نے اس سے جان چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر ہلال نے ان کو اس طرح دبوچے رکھا جیسے بلّی چوہے کو پکڑ لیتی ہے۔ جب وہ دونوں بے بس ہو گئے تو ہلال نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کی گردنیں پکڑ کر دونوں کے سروں کو ایک دوسرے سے ٹکرانا شروع کر دیا۔ اس سے دونوں کو سخت تکلیف ہوئی اور انھوں نے ہاتھ جوڑ کر ہلال کی مِنّت سماجت شروع کر دی کہ خدا کے لیے ہم پر رحم کرو اور ہمیں چھوڑ دو ورنہ ہم مر جائیں گے۔

ہلال نے کہا:

"جب تک تم ناک نہ رگڑو گے تم کو نہیں چھوڑوں گا۔"

"دونوں بولے، جو کچھ تم کہو ہم کرنے کو تیار ہیں لیکن خدا کے لیے ہمیں اب چھوڑ دو۔"

ہلال نے کہا: "جانتے ہو میں کون ہوں۔"

دونوں بولے: نہیں ہم تمہیں نہیں جانتے۔

ہلال نے کڑک کر کہا: "میں ہلال بن اسعر ہوں تم جیسے دس بیس کے لیے میں اکیلا کافی ہوں تم نے میرا نام تو ضرور سنا ہوگا۔"

دونوں نے کہا: "خدا کی قسم! ہم تمہیں پہچانتے نہیں تھے ورنہ ہرگز بدتمیزی نہ کرتے، ایسا کون سا آدمی ہے جس نے تمہارا نام نہ سنا ہو، تم تو ہمارا فخر ہو، تمہارے ہاتھوں اپنی ذِلّت کی ہمیں کچھ پروا نہیں۔"

ہلال نے کہا:

"میں تمہیں اسی صورت میں یہاں سے جانے دوں گا جب تم عہد کرو کہ آئندہ کسی پر زیادتی نہ کرو گے اور ہر ایک کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ گے۔ یہی نہیں بلکہ جب بصرہ پہنچو تو شہر کے چوک میں کھڑے ہو کر سارا واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اعلان کرو گے کہ ہم آئندہ کبھی ایسی ویسی حرکت نہیں کریں گے۔"

دونوں نے کہا: "ہمیں تمہاری شرطیں دل و جان سے منظور ہیں۔"

اب ہلال نے ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ دونوں نے بصرہ پہنچ کر شہر کے چوک میں کھڑے ہو کر سارا واقعہ بیان کیا اور آئندہ زندگی شرافت کے ساتھ گزارنے کا عہد کیا۔

(حکایاتِ آغانی)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام کا خادم بادشاہ

تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی میں احمد بن طولون مشہور بادشاہ گزرا ہے' وہ مصر اور شام دونوں ملکوں کا حکمران تھا۔ بادشاہ بننے سے پہلے وہ تیرھویں عباسی خلیفہ معتز باللہ کے دربار میں ایک بڑا عہدے دار (یا درباری امیر) تھا۔ ۸۶۸ء عیسوی میں خلیفہ نے اسے مصر کا گورنر مقرر کیا۔ وہ بڑا بہادر' لائق' ذہین' غریبوں کا ہمدرد اور اللہ سے ڈرنے والا انسان تھا۔ مصر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ خلیفہ نے مصر کے باشندوں پر بہت سے ناجائز ٹیکس اور محصول لگا رکھے ہیں جن کی وجہ سے غریب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں اور مہنگائی نے بھی لوگوں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ عوام (عام لوگ' پبلک' رعایا) کو اس حال میں دیکھ کر احمد بن طولون کو سخت دکھ ہوا۔ اس نے سرکاری خزانے اور محصول وصول کرنے والے سب سے بڑے افسر کو بلایا اور اس سے کہا:

''میں لوگوں پر لگائے گئے تمام ناجائز ٹیکس اور محصول وغیرہ فوراً ختم کر دینا چاہتا ہوں تا کہ یہ بے چارے کچھ تو سُکھ کا سانس لیں۔''

افسر نے حساب کر کے بتایا کہ اس طرح کرنے سے سرکاری خزانے کو ایک لاکھ دینار سالانہ کا نقصان ہوگا جسے اور کسی طریقے سے پورا نہیں کیا جا سکے گا۔ (دینار سونے کا ایک قیمتی سکّہ ہوتا تھا۔)

یہ سن کر احمد بن طولون نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری مخلوق میرا کنبہ ہے جو اس سے پیار کرے گا' اللہ اس سے پیار کرے گا۔ میں حکم دیتا ہوں کہ لوگوں پر لگائے گئے ہر قسم کے محصول آج سے منسوخ ہیں۔''

لوگوں نے جب یہ اعلان سنا کہ نئے گورنر نے تمام محصول معاف کر دیے ہیں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر شخص اس کو دعائیں دینے لگا۔

اب اللہ کی قدرت دیکھیے کہ اس اعلان کے دوسرے دن احمد بن طولون اپنے کچھ سپاہیوں کے ساتھ شکار کے لیے جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک سپاہی کے گھوڑے کا پاؤں زمین میں دھنس گیا۔ گھوڑے نے بہت زور مارا لیکن اس کا پاؤں باہر نہ نکلا۔ اس پر چھ سات سپاہی اپنے گھوڑوں سے اترے اور بڑی مشکل سے گھوڑے کا پاؤں باہر نکالا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جس جگہ سے گھوڑے کا پاؤں نکالا گیا وہاں ایک گہرا سوراخ تھا۔ اس سوراخ کو کھودا گیا تو ایک تہ خانہ کا زینہ نظر آیا۔ سپاہی مٹی ہٹا کر تہ خانے میں اترے تو وہاں سونے چاندی اور ہیروں کے ڈھیر پڑے پائے جن کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ احمد بن طولون نے شہر کے بڑے بڑے جوہریوں کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو ان سے کہا کہ اس سارے مال کی قیمت کا اندازہ لگائیں۔ جوہریوں نے سارے مال کو دیکھ بھال کر کہا کہ اس کی قیمت دس لاکھ دینار کے لگ بھگ ہے۔ احمد بن طولون نے اس خزانے کا ایک حصہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا اور باقی سے ایک شاندار شفاخانہ (ہسپتال) تعمیر کرایا جس میں لوگوں کا نہ صرف علاج مفت کیا جاتا تھا بلکہ مریضوں کو عمدہ سے عمدہ غذا بھی حکومت کی طرف سے دی جاتی تھی۔

احمد بن طولون جس زمانے میں مصر کا والی (گورنر) بنا' عباسی خلافت بہت کمزور ہو چکی تھی اور اس کا رعب اٹھ چکا تھا۔ اس طرح چوروں اور لٹیروں کی بن آئی تھی اور ملک میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

احمد بن طولون نے ایک مختصر لیکن جاں باز فوج تیار کی' وہ خود بھی بڑا بہادر تھا اور اس کی فوج کا ہر سپاہی بھی نہایت دلیر تھا۔ احمد بن طولون نے اس کی مدد سے سارے چوروں اور لٹیروں کا قلع قمع کر دیا اور لوگ سُکھ چین کی نیند سونے لگے۔ ایک طرف تو وہ ایسے رعب اور دبدبے کا مالک تھا کہ ڈاکو لٹیرے اور دوسرے برے لوگ اس کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے' دوسری طرف وہ عوام کا اتنا ہمدرد تھا کہ دن رات ان کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخاوت کا یہ حال تھا کہ ہر روز ایک ہزار اشرفی غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرتا تھا اور ہر ماہ دس ہزار اشرفی علماء اور طالب علموں کی خدمت گزاری اور ہنرمندوں کی قدردانی پر صرف کرتا تھا۔ مخلوقِ خدا کی خدمت کی بدولت وہ اتنا ہردلعزیز ہو گیا تھا کہ لوگ اس پر جان چھڑکتے تھے۔ اس کے مصر آنے سے پہلے لوگ جو مصیبتیں جھیل چکے تھے ان کی وجہ سے وہ عباسی حکومت سے بیزار ہو گئے تھے۔ اب انھوں نے احمد بن طولون کو مجبور کیا کہ وہ ان کا خودمختار بادشاہ بن جائے۔ اس نے عوام کی بات مان لی اور اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اس کے جلد ہی بعد شام کا علاقہ بھی اس کے ہاتھ آ گیا۔ یوں وہ ایک بڑی سلطنت کا حکمران بن گیا۔

احمد بن طولون کو دین سے بڑی محبت تھی۔ وہ بے حد عبادت گزار تھا اور ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ علم سے اس قدر لگاؤ تھا کہ اپنے وقت کا بڑا حصہ قرآن پاک' حدیث اور دوسرے دینی علوم کے مطالعہ میں صرف کرتا تھا۔ قرآن مجید سے اس کی بے انتہا محبت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ امام صاحب نے قرأت (قرآنِ پاک پڑھنے میں) کوئی غلطی کی۔ بادشاہ کو اس غلطی کا پتا چل گیا اور اس نے یہ اندازہ بھی کر لیا کہ امام صاحب کسی پریشانی میں مبتلا ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنے ایک خاص دوست کو اچھی خاصی رقم دی اور اس سے کہا کہ یہ رقم فلاں امام صاحب کو دے آؤ اور ان سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ آج کل ان کو کیا پریشانی ہے۔ دوست ان امام صاحب کے پاس گیا' ان کو بادشاہ کی طرف سے یہ رقم پیش کی اور باتوں ہی باتوں میں ان سے پریشانی کا سبب دریافت کر لیا۔ وہ اس لیے پریشان تھے کہ بیوی بیمار تھی اور اس کے علاج کے لیے ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

اب جو بادشاہ کی طرف سے انہیں یہ رقم ملی تو وہ خوش ہو گئے۔ دوست نے بادشاہ کے پاس واپس آ کر اسے سارا قصہ سنایا تو اس نے کہا کہ امام صاحب نے سچ کہا' میں نے جب محسوس کیا کہ وہ قرأت میں غلطی کر رہے ہیں تو سمجھ گیا کہ وہ ضرور کسی پریشانی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مبتلا ہیں اور ان کا دھیان اسی کی طرف ہے۔

احمد بن طولون کو ایک دفعہ خبر ملی کہ مصر کے شہر فسطاط کے قریب ایک ٹیلہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس پر بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ ابنِ طولون نے اس ٹیلے پر ایک عظیم الشان مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ اس کے لیے بنیادیں کھودی گئیں تو ایک بہت بڑا تہ خانہ ملا جس میں سینکڑوں ہیرے اور بڑی مقدار میں سونے چاندی کے ٹکڑے پڑے تھے۔ ابنِ طولون نے اس رَبّی انعام میں اپنی طرف سے بھی بہت بڑی رقم کا اضافہ کیا اور اس مال سے مسجد کی تعمیر شروع کرادی۔ تعمیر کے کام کی وہ خود نگرانی کرتا تھا۔ اس عالیشان مسجد کی تعمیر پر لاکھوں دینار خرچ ہوئے اور یہ دو سال کے عرصے میں تیار ہوئی۔ لوگوں نے اسے جامع ابن طولون کا نام دیا۔ ابنِ طولون نے ایک مشہور عالِم کو مسجد میں حدیث کا درس دینے کے لیے مقرر کیا۔ احمد بن طولون اور اس کے بیٹے خود بھی عام طالب علموں کی طرح اس مسجد میں حدیث کا درس لیتے تھے۔ مسجد کی دیکھ بھال اور خدمت کے لیے ابنِ طولون نے بہت بڑی رقم مقرر کر دی جو سالہا سال تک جاری رہی اور آج بھی مصر کی حکومت اس پرانی یادگار کی دیکھ بھال اور حفاظت کرتی ہے۔

احمد بن طولون حقیقی معنوں میں ایک ایسا نیک بادشاہ تھا جو اپنی رعایا(عوام)کے دُکھ سُکھ میں شریک رہتا تھا اور نیکی کے کاموں میں دل کھول کر روپیہ خرچ کرتا رہتا تھا۔ وہ سرکاری خزانے میں کوئی ایسی رقم داخل کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا جو کسی ناجائز ذریعے سے یا کسی غریب آدمی سے زبردستی حاصل کی گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حکومت کی جائز آمدنی ہی میں اتنی برکت دی تھی کہ جب ۸۸۳ء عیسوی میں احمد بن طولون فوت ہوا تو سرکاری خزانے میں ایک کروڑ اشرفیاں موجود تھیں۔ ان کے علاوہ حکومت کی ملکیت میں دس ہزار گھوڑے چھ ہزار خچر اور گدھے اور دس ہزار اونٹ تھے۔ ابنِ طولون نے ایک سَو جنگی بحری جہازوں کا ایک بیڑا بھی تیار کیا تھا جس نے سارے بحیرۂ روم اور اس کے اطراف میں اس کا رعب بٹھا رکھا تھا۔

احمد بن طولون کا شمار ہماری تاریخ کے ان حکمرانوں میں ہوتا ہے جن کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسمت کا دھنی

پاکستان کے پڑوسی ملک افغانستان میں ایک وسیع (لمبے چوڑے) پہاڑی علاقے کا نام ''غور'' ہے۔

گیارھویں صدی عیسوی کا ذکر ہے کہ اس علاقے پر شبنی نام کے ایک خاندان کی حکومت تھی اور کئی سال سے اس خاندان کا سربراہ قطب الدین حسن ''غور'' کا بادشاہ تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب افغانستان کا غزنوی خاندان ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ اس خاندان نے نہ صرف سارا افغانستان بلکہ اردگرد کے کئی علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا تھا جن علاقوں کو غزنویوں نے فتح کیا' ان میں غور کا علاقہ بھی شامل تھا۔ وہاں کے شبنی بادشاہ قطب الدین حسن کی حکومت جاتی رہی اور اس کے خاندان پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ قطب الدین حسن کے بیٹے ''سام'' نے اپنے وطن اور خاندان کی بربادی دیکھی تو وہ اپنے بال بچوں کو ساتھ لے کر وطن سے نکل کھڑا ہوا اور لمبا سفر طے کر کے ہندوستان آ پہنچا۔ یہاں اس نے بعض چیزوں کی تجارت شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس نے خوب روپیہ کمایا اور وہ کامیاب تاجروں میں شمار ہونے لگا۔ ہندوستان میں اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں تھی اور اس کا کاروبار بھی بہت اچھا چل رہا تھا لیکن وطن کی یاد اسے بہت ستاتی رہتی تھی۔ آخر ایک دن جب اسے خبر ملی کہ اس کے وطن میں اب امن چین ہے اور غزنوی حکمران غور کے تمام لوگوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں تو اس نے وطن جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس زمانے میں کسی شخص کے لیے بیوی بچوں سمیت خشکی کا لمبا سفر کرنا بہت مشکل تھا اس لیے سام نے یہی مناسب سمجھا کہ دریائے سندھ میں کشتی کے ذریعے سفر کر کے وطن کی سرحد کے قریب پہنچا جائے۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنے بال بچوں سمیت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کشتی میں سوار ہو کر دریائے سندھ کا چڑھاؤ کاٹتا ہوا دریا کے راستے وطن کی طرف روانہ ہوا۔ کرنا خدا کا کہ راستے میں خوفناک آندھی آ گئی جس سے کشتی الٹ گئی اور ایک نوجوان کے سوا کشتی کے سارے سوار دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

بچنے والا نوجوان سام کا بیٹا ''اعزالدین حسن تھا۔ کشتی الٹنے کے بعد وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا کہ لکڑی کا ایک بڑا سا تختہ اس کے ہاتھ آ گیا وہ جوں توں کر کے اس پر بیٹھ گیا' یوں اس کی جان بچ گئی۔ آندھی کے ساتھ دریا میں سیلاب بھی آ گیا تھا۔ اللہ کی قدرت ایک شیر بھی دریا عبور کرتے ہوئے سیلاب میں پھنس گیا اور ہاتھ پاؤں مارتا اسی تختے پر آ دھمکا جس پر اعزالدین حسن بیٹھا ہوا تھا۔ شیر کے خوف سے اس کا دل دھک دھک کرنے لگا لیکن شیر آرام سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اسی طرح دونوں بھوکے پیاسے تین دن رات تختے پر بیٹھے رہے۔ چوتھے دن تختے کو ہوا اور موجود نے دریا کے کنارے جا لگایا۔ شیر نے تختے سے کود کر جنگل کی راہ لی اور اعزالدین حسن خشکی پر اتر کر آبادی کی تلاش میں روانہ ہوا۔ کچھ دور جانے کے بعد اسے ایک شہر نظر آیا۔ وہ ادھر چل پڑا۔ راستے میں بے شمار پھل دار درخت تھے۔ ان سے پھل توڑ کر اپنی بھوک مٹائی پھر شہر میں جا داخل ہوا۔ اس کے بازاروں میں خوب رونق تھی۔ اعزالدین حسن بے چارہ اجنبی مسافر تھا کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ گلی کوچوں میں بے مقصد گھومتا رہا۔ رات گئے بازار بند ہوئے تو وہ ایک دکان کے آگے پڑ کر سو گیا۔ اتفاق سے پولیس کے چند سپاہی گشت کرتے ہوئے ادھر آ نکلے۔ انھوں نے ایک اجنبی شخص کو دکان کے سامنے لیٹے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھے کہ یہ کوئی چور ہے جو موقع پا کر کسی دکان کا تالا توڑنے کی تاک میں ہے۔ انھوں نے اسے پکڑ لیا اور اپنے افسر کے سامنے پیش کر دیا۔ اعزالدین حسن نے اسے اپنی رام کہانی سنائی مگر افسر کو اس کی باتوں پر یقین نہ آیا اور اس نے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ بے گناہ اعزالدین حسن سات برس تک قید خانے میں پڑا رہا کیونکہ دنیا میں نہ کوئی اس پر ترس کھانے والا تھا اور نہ کوئی اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مصیبت پہ رونے والا تھا۔ سات برس بعد اتفاق سے شہر کا حاکم کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے بیماری کے علاج کے لیے جہاں اور دوائیں استعمال کیں وہاں یہ حکم بھی دیا کہ جو قیدی کئی سالوں سے قید خانے میں پڑے ہیں ان کو رہا کر دیا جائے۔ یہ حکم اس نے اس خیال سے دیا تھا کہ شاید نیکی کا یہ کام کرنے سے اس کی بیماری دور ہو جائے۔ اس حکم کے نتیجے میں اعزالدین حسن کو بھی قید سے نجات مل گئی۔ رہا ہوتے ہی اس نے شہر غزنی کا رخ کیا جو غزنویوں کا دارالحکومت تھا اور اس وقت سلطان ابراہیم غزنوی افغانستان کا بادشاہ تھا۔ (سلطان ابراہیم غزنوی جس کا لقب ظاہر الدولہ تھا' اس نے ۱۰۵۹عیسوی سے ۱۰۹۹ءعیسوی تک حکومت کی۔)

کچھ عرصہ سے ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے شہر غزنی کے قریب بعض علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ وہ موقع پا کر قافلوں اور اِکا دُکا مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ اعزالدین حسن تنہا غزنی کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے ان کو ان سب مصیبتوں کا حال سنایا جو اس نے جھیلی تھیں اور ان سے درخواست کی کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں غزنی جا کر محنت مزدوری کروں اور اپنا پیٹ پالوں۔ اعزالدین حسن اچھے قدوقامت کا خوبصورت جوان تھا۔ ڈاکوؤں نے اسے چھوڑنے کے بجائے زبردستی اپنا ساتھی بنا لیا۔ اسے پہننے کے لیے عمدہ لباس دیا اور ساتھ ہی چند قیمتی ہتھیار اور ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا بھی دیا۔ پھر وہ اسے ساتھ لے کر ڈاکا مارنے کے لیے روانہ ہوئے۔

ادھر حکومت کی فوج بھی کئی دنوں سے ڈاکوؤں کی تلاش میں تھی اور ایک ایسی جگہ گھات لگا کر بیٹھی تھی جو قافلوں اور مسافروں کی عام گزرگاہ تھی اور جہاں ڈاکوؤں نے کئی قافلوں اور مسافروں کو لوٹا تھا۔ ڈاکو اس جگہ پہنچے اور شاہی فوج کی زد میں آئے تو اس نے آناً فاناً ان سب کو گھیر لیا اور زنجیروں میں جکڑ کر غزنی لے آئے۔ ان میں اعزالدین حسن بھی تھا۔ جب یہ لوگ شاہی دربار میں پیش کیے گئے تو ان سب کو موت کی سزا سنائی گئی۔ سلطان ابراہیم غزنوی نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو فلاں دن عام لوگوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے قتل کیا جائے۔ مقررّہ دن ان لوگوں کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لیے شہر کے چوک میں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے۔ ایک ایک ڈاکو کی آنکھوں پر پٹی باندھی جاتی اور پھر جلاد تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر اڑا دیتا۔ جب اعزالدین حسن کی باری آئی اور اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی جانے لگی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بڑے درد بھرے لہجے میں اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

''الٰہی! تجھے ہر بات کا علم ہے تو جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور ڈاکو میری مرضی کے بغیر زبردستی مجھے اپنے ساتھ لائے' تیری ذات ہر ظلم اور زیادتی سے پاک ہے پھر میں کیوں بے گناہ مارا جا رہا ہوں۔''

جلاد نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس نے ہاتھ روک لیا اور اس سے پوچھا۔

''کیا تم کئی مہینوں سے ان ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر لوگوں کو لوٹ نہیں رہے تھے؟

اعزالدین حسن نے کہا۔

''بھائی میری تو کل ہی ان لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی' مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ ڈاکو ہیں۔ انھوں نے مجھے زبردستی اپنا ساتھی بنا لیا اور اپنے ساتھ لے آئے۔''

پھر اس نے اپنی مصیبتوں کی ساری کہانی جلاد کو سنائی۔ یہ درد بھری کہانی سن کر جلاد کو ترس آ گیا۔ وہ فوراً دوڑتا ہوا اپنے افسر کے پاس گیا اور سارا قصہ اس کو سنایا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ایک نیک انسان تھا۔ اس نے یہ معاملہ سلطان ابراہیم غزنوی کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے حیران ہو کر اعزالدین حسن کو اپنے سامنے بلوایا اور اس کی آپ بیتی خود اس کی زبان سے سنی۔ یہ درد بھری داستان سن کر سلطان پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے فوراً اس کی جان بخشی کر دی پھر اسے اپنے دربار میں رکھ کر اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ تعلیم پانے کے بعد وہ نہ صرف ایک اونچے درجے کا عالم بن گیا بلکہ اس کی ذاتی خوبیاں بھی چمک اٹھیں۔ اب سلطان نے اسے اپنے دربار میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا۔ اس نے اپنے فرائض ایسی دیانت اور عمدگی سے ادا کیے کہ سلطان کو اس سے بے حد

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبت ہوگئی اور اس نے شاہی خاندان کی ایک لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔ اس طرح اس کی عزت اور شان روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ ۱۰۹۹ عیسوی میں سلطان ابراہیم غزنوی نے وفات پائی تو اس کی جگہ اس کا بیٹا علاؤ الدولہ مسعود (ثالث) تخت پر بیٹھا۔ وہ اپنے مرحوم باپ سے بھی بڑھ کر اعز الدین حسن پر مہربان تھا اور اس کی خوبیوں کی بے حد قدر کرتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس نے اعز الدین حسن کو علاقہ غور کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس طرح قسمت نے اس کو اپنے وطن کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

اعز الدین حسن کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے عطا کیے۔ یہ ساتوں بڑے ہو کر اتنے بہادر اور لائق نکلے کہ لوگ ان کو ''کواکِب سَبعہ'' یعنی سات ستارے کہہ کر یاد کرتے تھے۔ یہ سب مختلف ملکوں اور علاقوں کے حکمران بنے۔ ان میں سب سے خوش نصیب بہاؤ الدین سام تھا جس کے دو فرزندوں سلطان غیاث الدین اور سلطان شہاب الدین محمد نے سلطنتِ غوریہ کی بنیاد رکھی۔ یہ شہاب الدین محمد غوری ہی تھا جس نے ۱۱۷۵ عیسوی میں ایک طرف خراسان فتح کیا اور دوسری طرف سندھ اور ملتان پر قبضہ کیا۔ ۱۱۸۶ عیسوی میں لاہور فتح کیا۔ ۱۱۹۱ عیسوی میں اجمیر کی طرف بڑھا مگر وہاں کے راجہ پرتھوی راج کے مقابلے میں ناکام رہا۔ اگلے سال اس نے پرتھوی راج اور دوسرے راجاؤں کو شکست دے کر اس ناکامی کا بدلہ لے لیا۔ ۱۱۹۲ء میں اس کے سرداروں نے اور بہت سے علاقے بھی فتح کر لیے۔ یوں سارا شمالی ہندوستان اس کے قبضے میں آ گیا اور اس نے ہندوستان میں پہلی باقاعدہ مسلم حکومت کی بنیاد رکھی۔ ۱۲۰۲ء میں ہرات غزنی وغیرہ کے حکمران سلطان غیاث الدین غوری نے وفات پائی تو شہاب الدین محمد غوری اس کا جانشین بنا۔ ۱۲۰۶ء میں وہ ہندوستان سے واپس افغانستان کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں رات کے وقت چند باغی گکھڑوں یا کھوکھروں نے اس کے خیمے میں گھس کر اسے شہید کر دیا۔ اس کے بعد ہندوستان میں اس کا جانشین سلطان قطب الدین ایبک بنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان شہابُ الدّین محمد غوریؒ کی غیرت اور حمیّت

سلطان شہاب الدّین محمد غوریؒ جس کا ذکر پیچھے آ چکا ہے' بڑا بہادر اور حوصلہ مند انسان تھا۔ اس نے ۱۱۹۱ء میں ہندوستان پر چڑھائی کی تو وہاں کے تمام راجاؤں نے پرتھوی راج کی سرداری میں اس کا مقابلہ کیا۔ بدقسمتی سے سلطان غوری کی فوج کے ایک حصے کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس کا اثر اس کی ساری فوج پر پڑا اور وہ بھی پیچھے ہٹنے لگی۔ سلطان نے اس کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی اور اس کوشش میں وہ سخت زخمی ہو گیا لیکن فوج کے قدم جم نہ سکے اور سلطان کو شکست کھا کر واپس افغانستان جانا پڑا۔ اس شکست سے سلطان کو سخت صدمہ پہنچا کیونکہ اس کی غیرت اور حمیت کو سخت دھچکا لگا تھا۔ اس نے واپس جا کر بھاگنے والے اپنے فوجی افسروں کے منہ پر توبڑے بندھوائے اور گھوڑوں کی طرح دانہ کھانے پر مجبور کیا۔ ان افسروں کو اس سزا پر سخت شرم آئی اور انھوں نے وعدہ کیا کہ اگر آئندہ لڑائی پیش آئی تو وہ مرتے مر جائیں گے لیکن قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ سلطان بھی دن رات شکست کا بدلہ لینے کے لیے لڑائی کی تیاری کرتا رہا۔ کوئی سال ڈیڑھ سال کے بعد اس نے دوبارہ ہندوستان پر چڑھائی کی۔ ہندوستان کی راجپوت فوجوں نے اس کا سخت مقابلہ کیا لیکن وہ سلطان غوری کی فوج کے جوش اور اس کی غیرت کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ ان کے بڑے بڑے بہادر راجہ پرتھوی راج سمیت مارے گئے اور ہندوستانی فوجوں نے شکست کھائی۔ اس فتح نے شکست کا وہ داغ دھو دیا جو سلطان اور اس کی فوج کے دامن پر لگ چکا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ فتح ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی داغ بیل ڈالنے کا باعث بھی بن گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لک (لکھ) بخش بادشاہ

چھٹی صدی ہجری/بارھویں صدی عیسوی کے آخری سالوں میں سلطان شہاب الدین غوریؒ نے ہندوستان کا رخ کیا۔ سلطان اور اس کی فوج کے جرنیلوں نے علاقے پر علاقہ اور شہر پر شہر فتح کرتے کرتے قریب قریب سارے شمالی ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ سلطان کی فوج کا سب سے بڑا جرنیل قطب الدین ایبک تھا۔ وہ سالہا سال پہلے ایک غلام کی حیثیت سے سلطان کے پاس آیا تھا لیکن اپنی بہادری' علمی لیاقت' وفاداری اور دوسری خوبیوں کی بدولت سلطان کا منہ بولا بیٹا اور چہیتا جرنیل بن گیا۔

قطب الدین ایبک نے تعلیم کیسے حاصل کی اور وہ سلطان کی خدمت میں کیسے پہنچا؟ یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ قطب الدین ایبک کا اصل وطن ترکستان تھا۔ وہ وہاں کے ایبک نام کے ایک ترک قبیلے میں پیدا ہوا۔ اسی لیے وہ قطب الدین ایبک کے نام سے مشہور ہوا۔ اس زمانے میں بہت سے ملکوں میں غلامی کا رواج تھا اور بعض لوگ غلاموں کی خرید و فروخت کا کام کرتے تھے۔ قطب الدین کو اس کے بچپن میں ایک سوداگر ترکستان سے خرید کر ایران کے شہر نیشاپور لے گیا اور وہاں اس کو قاضی فخر الدین عبدالعزیز کوفی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ قاضی صاحب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور نہ صرف بہت بڑے عالم تھے بلکہ نیشاپور کے قریبی علاقوں کے حاکم بھی تھے۔ انھوں نے قطب الدین کو اپنی اولاد کی طرح رکھا اور اس کو قرآنِ پاک اور دوسرے دینی علوم کی تعلیم ایسی شفقت اور توجہ سے دی کہ وہ عالم فاضل ہو گیا۔ قرآنِ پاک سے اس کے لگاؤ کو دیکھ کر لوگ اس کو قرآن خواں کہنے لگے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا جاتا ہے کہ نیشاپور ہی میں قطب الدین نے شہسواری' تیراندازی' نیزہ بازی اورتلوار چلانے کے فن بھی سیکھ لیے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد ان کے ایک لڑکے نے قطب الدین کو کسی تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس تاجر نے نوجوان قطب الدین کو سلطان شہاب الدین محمد غوری کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان کو وہ اتنا جچا کہ اس نے بڑی قیمت دے کر اس کو خرید لیا۔ قطب الدین نے اس طرح جان توڑ کر سلطان کی خدمت کی کہ وہ سلطان کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ اس نے قطب الدین کو نہ صرف اپنے درباری امیروں میں داخل کرلیا بلکہ ایک اعلیٰ عہدے پر بھی فائز کر دیا اوراس کے بیٹھنے کے لیے اپنے تخت کے سامنے ایک خاص جگہ مقرر کر دی۔

ایک دفعہ سلطان اور خراسان کے بادشاہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ اس میں قطب الدین دشمن کے خلاف بڑی بہادری سے لڑا لیکن بدقسمتی سے ایک دن دشمن کی فوج کے گھیرے میں آ گیا اوراس کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ دشمن نے اسے لوہے کے ایک پنجرے میں بند کر کے قید کر دیا۔ چند دن بعد سلطان شہاب الدین نے دشمن کو شکست دی اور جس پنجرے میں قطب الدین قید تھا اسے ایک اونٹ پر لاد کر سلطان کے سامنے لایا گیا۔

سلطان نے خود قطب الدین کو پنجرے سے نکالا اور اس کے گلے میں جو زنجیر پڑی ہوئی تھی' اس کی جگہ اس کے گلے میں ہیروں کا ہار پہنایا۔ کچھ عرصہ بعد سلطان غوری نے شمالی ہندوستان کے کچھ علاقے (اجمیر' دِلّی وغیرہ) فتح کر کے ان پر قطب الدین کو حاکم بنایا اور ساتھ ہی اس کو اس فوج کا سپہ سالار بنا دیا جو اس نے ہندوستان میں چھوڑی اور خود واپس غزنی چلا گیا۔ قطب الدین نے سلطان کے جانے کے بعد میرٹھ' رنتھبنور وغیرہ کئی اور علاقے فتح کر لیے اور اس پر سلطان نے اسے غزنی بلا کر شاباش دی اور بے شمار قیمتی تحفے عطا کیے۔ غزنی سے واپس آ کر قطب الدین نے اور کئی علاقے فتح کر لیے۔ جب سلطان غوری قنوج اور بنارس کے راجہ سے جنگ کرنے کے لیے ہندوستان آیا تو قطب الدین نے اس کی خدمت میں پچاس ہزار سوار'

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سو عربی گھوڑے اور سینکڑوں ہاتھی اور اونٹ پیش کیے۔ پھر اس نے سلطان کے ساتھ مل کر قنوج اور بنارس فتح کیے۔ اس لڑائی میں اس نے ایسی بہادری دکھائی کہ سلطان نے اسے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اس کے بعد قطب الدین اور اس کے فوجی سرداروں کی فوجوں نے گجرات راجپوتانہ دریائے گنگا اور جمنا کا دوآبہ بہار اور بنگال فتح کر لیے۔ ۱۲۰۶ء عیسوی میں سلطان غوری ہندوستان کی آخری مہم کے بعد پنجاب کی راہ سے اپنے وطن کو واپس جا رہا تھا کہ جہلم کے قریب دمیک کے مقام پر بعض اسلام دشمن لوگوں نے اسے رات کو اس وقت شہید کر دیا جب وہ اپنے خیمے کے اندر سو رہا تھا۔

سلطان کی شہادت کے بعد اس کا بھتیجا محمود اس کا جانشین بنا۔ اس نے قطب الدین ایبک کی عزت اپنے چچا سے بھی زیادہ کی اور اسے سلطان کا خطاب دے کر شمالی ہندوستان کے فتح کیے ہوئے سارے علاقوں (لاہور اور دلی سمیت) کا خود مختار بادشاہ بنا دیا۔

قطب الدین ایبک بادشاہ تو بن گیا اور بادشاہ بھی بڑا بہادر، رعب اور دبدبے والا لیکن اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو لوگوں (رعایا) کا خادم سمجھا اور ان کو سکھ آرام پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس لیے لوگ اس کو رحمت کا فرشتہ سمجھتے تھے اس سے بے حد محبت کرتے تھے اور اس کے حق میں دعائیں کرتے رہتے تھے۔ وہ اتنا دریا دل اور سخی تھا کہ غریبوں' مسکینوں اور حاجت مندوں پر روپے پیسے کی بارش کرتا رہتا تھا۔ اس کی سخاوت نے لوگوں کے دل موہ لیے تھے اور انھوں نے اس کو لک (لکھ) بخش کا خطاب دیا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ ہر طبقے کے لوگوں خصوصاً حاجت مندوں' طالب علموں اور دین کے عالموں پر لاکھوں روپے لٹاتا رہتا تھا۔ بہت سے لوگ اسے دوسرا حاتم (حاتِم ثانی) بھی کہتے تھے۔ اس کی سخاوت نے سارے شمالی ہندوستان کو اس کا مطیع بنا دیا تھا یہاں تک کہ ایک شخص بھی اس کا دشمن نہ تھا۔

بے انتہا سخی ہونے کے ساتھ سلطان قطب الدین پکا اور سچا مسلمان بھی تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق زندگی گزاریں اور بری رسموں سے پرہیز کریں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عدل و انصاف کی ایسی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال قائم کی کہ آیندہ نسلوں کے لیے نمونہ بن گئی۔ کسی طاقتور کی مجال نہ تھی کہ کسی کمزور پر ظلم کر سکے۔ اس کے لشکر میں ترک، افغان، غوری، خلجی وغیرہ ہر طرح کے لوگ تھے لیکن کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ جنگل سے کسی کی بکری یا آبادی سے کسی کی کوئی مرغی پکڑ لیتا یا کسی کے گھر میں گھس جاتا۔ تمام رعایا خوش حال اور مطمئن زندگی بسر کرتی تھی۔ تعصب بالکل نہ تھا، غیر مسلم بھی مسلمانوں کے برابر سلطان کی سخاوت سے حصہ پاتے تھے۔ سلطان کی علم دوستی کی بھی کوئی حد و نہایت نہیں تھی وہ دینی مدرسوں اور دین کے عالموں کی دل کھول کر مدد اور سرپرستی کرتا تھا۔ مختلف علوم وفنون میں کمال رکھنے والے لوگوں کے سلطان نے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ ان میں قاری، شاعر، ادیب اور صوفی ہر طبقے کے اصحاب شامل تھے۔ سلطان نے دِلّی اور اجمیر میں شاندار مسجدیں تعمیر کروائیں۔

افسوس کہ اس نیک بادشاہ کا زمانۂ حکومت صرف چار برس رہا۔ ۱۲۱۰ عیسوی میں وہ لاہور میں چوگان کھیل رہا تھا کہ یکایک گھوڑے سے گر کر سخت زخمی ہو گیا اور اسی صدمے سے فوت ہو گیا۔

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سلطان قطب الدین ایبک نے اپنی سخاوت، علم دوستی اور عدل وانصاف کا جو نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا وہ اس کا نام قیامت تک زندہ رکھے گا۔

* * *

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم کے غرور اور گھمنڈ کا علاج

ساتویں صدی ہجری میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ (اللہ کے ولی) گزرے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت گنج شکرؒ کے مرید تھے۔ حضرت بابا صاحب (گنج شکرؒ) کا مزار پنجاب کے شہر پاک پتن میں ہے۔ اس کا پرانا نام اجودھن تھا اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دلّی (بھارت) میں ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں اجودھن کا قصبہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی تبلیغ اور ہدایت کے نور سے جگمگا رہا تھا' ایک قریبی گاؤں میں ایک مُلّا صاحب رہتے تھے جن کو اپنے علم کا بڑا گھمنڈ تھا اور علم کے غرور میں وہ کسی دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ درویشوں کو تو وہ بہت حقیر جانتے تھے۔ ایک دن مُلّا صاحب حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ایسے انداز میں گفتگو شروع کی گویا وہ علم کا سمندر ہیں اور دوسرے ان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ جب وہ کافی دیر مجلس کے حاضرین پر اپنے علم کا رعب جمانے کی کوشش کر چکے تو بابا صاحبؒ نے ان سے پوچھا:

"مولوی صاحب! اسلام کے کتنے رُکن ہیں؟

مُلّا صاحب نے کڑک کر جواب دیا:

"پانچ' پہلا کلمہ' دوسرا نماز' تیسرا روزہ' چوتھا زکوٰۃ اور پانچواں حج

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باباصاحبؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

''میں نے سنا ہے ایک چھٹا رکن بھی ہے۔''

ملا صاحب بگڑ کر بولے:

''آپ نے جو کچھ سنا ہے غلط ہے۔''

باباصاحبؒ نے فرمایا:

''میں نے بعض عالموں سے سنا ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔''

یہ سن کر مُلّا صاحب کو سخت غصہ آیا اور وہ بولے۔

''آپ جیسے کم علم لوگ خواہ مخواہ ایسے مسئلے گھڑ لیتے ہیں' آپ کو علمی اور دینی مسئلوں میں دخل نہیں دینا چاہیے۔''

یہ کہہ کر وہ سخت ناراضی کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ باباصاحبؒ نے ان کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ غصے میں بھرے ہوئے چلے گئے۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مُلّا صاحب حج کے لیے مکہ معظّمہ گئے اور وہاں سات سال قیام کرنے کے بعد بحری جہاز کے ذریعے وطن کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں جہاز کو طوفان نے آ لیا اور خوفناک سمندری لہروں نے اسے غرق کر دیا۔ مُلّا صاحب کی زندگی ابھی باقی تھی۔ جہاز کے ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر بہتے ہوئے کنارے آ لگے اور تختے سے اتر کر خشکی پر پہنچے۔ یہ ایک بے آباد ویران جزیرہ تھا۔ ہر طرف خشک پہاڑ تھے۔ سبزہ کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ ملا صاحب ایک پہاڑی کی کھوہ میں بیٹھ گئے۔ بھوک پیاس سے نڈھال تھے لیکن کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا۔ دو تین دن اسی طرح گزرے یہاں تک کہ ان کی جان لبوں پر آ گئی۔ یکا یک انھوں نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کی طرف آ رہا ہے۔ اس کے سر پر ایک خوان ہے اور وہ آواز لگا رہا ہے' روٹی بیچتا ہوں روٹی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ آواز سن کرمُلّا صاحب کی جان میں جان آئی لیکن ایک پیسہ بھی پاس نہ تھا۔ روٹی کیسے خریدتے۔ بڑی عاجزی کے ساتھ اس آدمی سے کہنے لگے۔

''بھائی میں مسافر ہوں' میرا جہاز سمندر میں غرق ہو گیا' میں یہاں تین دن سے بھوکا پیاسا ایڑیاں رگڑ رہا ہوں' روٹی خریدنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔''

اس آدمی نے کہا:

''میرے پاس روٹی بھی ہے اور پانی بھی لیکن میں دکاندار ہوں بغیر قیمت لیے کسی کو روٹی پانی نہیں دیتا۔

مُلّا صاحب نے پوچھا' کیا تم مسلمان ہو؟

اس نے جواب دیا: الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔

مُلّا صاحب نے کہا' میں بھی مسلمان ہوں' دین کا عالم ہوں اور اللہ کے فضل سے سات بار حج کر چکا ہوں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسافروں اور بھوکوں' پیاسوں کی مدد کرو۔ اس وقت میں محتاج ہوں' اگر مجھے کھانا پانی دو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا۔

اس آدمی نے کہا:

''آپ جو فرماتے ہیں وہ ٹھیک ہے لیکن میں اس طرح مفت روٹی بانٹنے لگوں تو میری دکانداری ختم ہو جائے گی۔''

یہ کورا جواب سن کرمُلّا صاحب رو کر کہنے لگے۔

''بھائی! اللہ کے لیے مجھ پر رحم کرو اور کھانا پانی دے کر میری جان بچالو۔

اس شخص نے کہا:

''اچھا اگر آپ سات حج کا ثواب مجھے دے دیں تو آپ کو روٹی پانی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے دوں گا۔“

مُلّا صاحب کی جان پر بنی ہوئی تھی فوراً بولے:

”بھائی میں خوشی سے سات حج کا ثواب تجھے بخشتا ہوں۔

اب اس شخص نے خوان سر سے اتار کر مُلّا صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ انھوں نے سیر ہو کر روٹی کھائی اور پانی پیا۔ اس کے بعد وہ شخص خالی برتن لے کر پہاڑوں کے اندر غائب ہو گیا۔“

مُلّا صاحب نے اس کے گھر کا پتا لگانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ آخر تھک ہار کر سمندر کے کنارے بیٹھ گئے کہ کوئی جہاز یا کشتی ادھر سے گزرے تو اشارہ دے کر اسے اپنی طرف بلائیں لیکن دو تین دن گزر گئے، کسی جہاز یا کشتی کا ادھر سے گزر نہ ہوا۔ مُلّا صاحب اب پھر بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو گئے۔ اس وقت پھر وہی روٹی پانی والا آدمی نمودار ہوا اور روٹی پانی کے بدلے میں مُلّا صاحب سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب لے لیا۔ تین چار دن کے بعد پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ اب کی بار مُلّا صاحب اپنی ساری عمر کی نمازوں اور زکوٰۃ کا ثواب اس شخص کو روٹی پانی کے بدلے میں دے بیٹھے۔ چوتھی بار جب وہ شخص اسی طرح آیا تو مُلّا صاحب کہنے لگے:

”بھائی! اب تو میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا جو تجھے دے کر روٹی پانی لوں۔ میرے پاس اب صرف اللہ کا نام ہے۔“

اس شخص نے کہا:

”مولوی صاحب! پہلے تو آپ نے اپنی عمر بھر کی نمازوں، روزوں، زکوٰۃ اور سات حج کا ثواب زبانی بخشا۔ آج میں قلم دوات ساتھ لایا ہوں، اگر آپ لکھ دیں کہ ان ساری عبادتوں کا ثواب میں نے ایک ایک وقت کی روٹی کے لیے فروخت کر دیا ہے تو آج میں صرف اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تحریر کے بدلے میں آپ کو کھانا کھلا دوں گا۔"

مُلّا صاحب اس وقت بھی بھوک پیاس سے ہلکان ہو رہے تھے۔ فوراً جو کچھ اس شخص نے کہا، وہی لکھ کر اسے دے دیا۔

اس شخص نے کھانا کھلا کر اپنی راہ لی۔

اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد مُلّا صاحب کو سمندر میں ایک جہاز نظر آیا۔ انھوں نے اپنی پگڑی کھول کر اسے زور زور سے لہرایا جہاز والوں نے ایک کشتی بھیج کر مُلّا صاحب کو جہاز پر سوار کر لیا۔ یہ ہندوستان کے حاجیوں کا جہاز تھا۔ مُلّا صاحب ان کے ساتھ اپنے وطن واپس پہنچے اور چند دن اپنے گھر میں آرام کیا۔ پھر ایک دن بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے سات حج کرنے کا حال بابا صاحبؒ کو سنایا۔

وہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"آپ اب تو ہم سے ناراض نہیں ہیں۔"

مُلّا صاحب نے کہا:

"میں ناراض ہوتا تو آپ کی خدمت میں کیوں حاضر ہوتا۔"

بابا صاحبؒ نے فرمایا:

حج پر جانے سے پہلے آپ یہاں تشریف لائے تھے تو میں نے اسلام کے ایک چھٹے رُکن روٹی کا ذکر کیا تھا، اس پر آپ ناراض ہو گئے تھے، ہمیں آپ کی ناراضی کا بہت صدمہ تھا اور آپ ہم کو اکثر یاد آتے تھے۔

مُلّا صاحب نے کہا:

"اوہو مجھے تو یہ واقعہ یاد ہی نہ رہا تھا لیکن میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ درویش محض اپنی کم علمی کی وجہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو شریعت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف ہوتی ہیں، اسلام کا چھٹا رُکن کوئی نہیں ہے۔''

بابا صاحبؒ نے فرمایا:

''مولانا! میں سنی سنائی بات نہیں کر رہا، میں نے تو یہ بات لکھی ہوئی دیکھی ہے۔''

مُلّا صاحب نے کہا:

''اگر واقعی ایسا ہے تو آپ مجھے بھی یہ بات لکھی ہوئی دکھا دیجیے۔''

بابا صاحبؒ نے اپنے ایک خادم کو آواز دی کہ میری فلاں کتاب لانا۔ جب وہ ایک ضخیم کتاب لے کر حاضر ہوا تو آپؒ نے مُلّا صاحب کے سوا باقی سب لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا اور کتاب کے ورق الٹتے ہوئے ایک جگہ ہاتھ رکھ کر فرمایا:

''لیجیے مولانا! یہ عبارت پڑھ لیجیے۔''

مُلّا صاحب نے جُھک کر غور سے یہ عبارت دیکھی تو یہ ان کی اپنی لکھی ہوئی وہ تحریر تھی جو انھوں نے جزیرہ والے (روٹی بیچنے والے) آدمی کو لکھ کر دی تھی۔ اسے دیکھتے ہی مُلّا صاحب چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو بابا صاحبؒ کے قدموں پر گر پڑے۔ اپنے علم کے گھمنڈ سے توبہ کی اور بابا صاحبؒ کے مرید ہو گئے۔ اس دن کے بعد وہ اکثر خاموش رہتے تھے اور اللہ کے خوف سے روتے رہتے تھے۔

اصل میں بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسلام کے پانچ ہی رُکن تھے۔ کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ چھٹے رُکن والی بات آپ نے مُلّا صاحب کو یہ سبق دینے کے لیے کی تھی کہ اپنے علم پر غرور نہیں کرنا چاہیے اور نہ دوسروں کو حقیر سمجھنا چاہیے۔ جان جانے کا ڈر بعض اوقات ایک انسان کو حرام کھانے یا کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور کر دیتا ہے جس کی عام حالات میں اسلام اجازت نہیں دیتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سونے کے کنگن

انیسویں صدی عیسوی میں پنجاب کے جن علما نے قوم کے ہزاروں مسلمان نونہالوں کو دین کی تعلیم دی اور ہزاروں لوگوں کو نیکی کے راستے پر چلایا' ان میں ایک مشہور نام حافظ بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حافظ صاحب پنجاب کے ضلع فیروز پور (جو اب بھارت میں شامل ہے) کے ایک گاؤں ''لکھوکے'' کے رہنے والے تھے اور نہایت عبادت گزار اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ وہ مسجد میں بیٹھ کر طلبہ کو دین کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ خود بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور لوگوں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین اور تاکید کرتے رہتے تھے۔ وہ سچی بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے خواہ وہ کتنا ہی بڑا آدمی ہوتا۔ اس زمانے میں ان کا گاؤں (لکھوکے) ''ممدوٹ'' نام کی ایک ریاست میں شامل تھا۔ ممدوٹ کا شہر لکھوکے سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا اور اس کا نواب یا والی قطب الدین خان تھا۔ ایک دن حافظ صاحب مسجد میں طالب علموں کو درس دے رہے تھے کہ نواب قطب الدین خان اپنے چند وزیروں یا مصاحبوں کے ساتھ حافظ صاحب سے ملاقات کے لیے آیا۔ اس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو معلوم ہوا کہ نواب نے سونے کے کنگن پہن رکھے ہیں۔ نواب نے یہ کنگن اس رواج کے مطابق پہنے تھے جو راجوں مہاراجوں اور نوابوں نے اپنی شان وشوکت اور امارت ظاہر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے اختیار کر رکھا تھا۔ حافظ صاحب کی نظر ان کنگنوں پر پڑی تو انھوں نے نواب کا ہاتھ جھٹک دیا اور فرمایا:

''ہم درویش لوگ ہیں اور دنیا کے بکھیڑوں سے الگ ہو کر مسجد میں بیٹھے ہیں، بے دین لوگ یہاں بھی ہمیں آرام سے نہیں بیٹھنے دیتے، ایسی چیزیں پہن کر آ جاتے ہیں جن کا شریعت نے مردوں کے لیے پہننا حرام قرار دیا ہے۔''

یہ الفاظ کہہ کر حافظ صاحب نے نواب ممدوٹ اور اس کے مصاحبوں کو وہیں چھوڑا اور خود اٹھ کر مسجد کے اندرونی حصے میں چلے گئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرتے وقت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس حدیث پر تھی جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ؐ نے دیکھا کہ انھوں نے اپنی انگلی میں سونے کی انگوٹھی پہن رکھی ہے۔ آپ ؐ نے یہ انگوٹھی ان کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دی اور فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

''تم میں سے کسی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی خواہش سے دوزخ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔''

نواب صاحب کو اپنے ہاتھ کا اس طرح جھٹکا جانا اور حافظ صاحب کا اس طرح نصیحت کرنا برا لگا اور اس نے حکم دیا کہ حافظ صاحب کو ریاست سے باہر نکال دیا جائے۔ لوگوں نے اس کو بہت سمجھایا کہ دین کے ایسے پاکباز عالم کو جلاوطن نہ کیا جائے لیکن نواب نے کہا کہ میں اپنی ریاست میں رہنے والے کسی آدمی کی اس طرح کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا اس لیے اپنا حکم واپس نہیں لے سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب کے حکم کے نتیجے میں حافظ صاحبؒ اپنے اہل و عیال، طلبہ اور مریدوں کو ساتھ لے کر دریائے ستلج کے کنارے آئے جو قریب ہی بہتا تھا اور کشتی میں سوار ہو کر ریاست بہاولپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کا ارادہ حجاز شریف جانے کا تھا۔ حافظ صاحبؒ کا قافلہ کشتی سے ''ساڈو'' کے مقام پر اترا لیکن اس وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ یکایک دریائے ستلج میں خوفناک طغیانی آ گئی حالانکہ اس قسم کے سیلاب کا نہ موسم تھا اور نہ مدت سے بارش ہوئی تھی۔ اس طغیانی سے نواب ممدوٹ کے باغوں، شاہی محلوں اور قلعے کو سخت نقصان پہنچا۔ اس سے نواب سخت پریشان ہوا اور اپنے مصاحبوں سے اس آفت کے بارے میں بات کی کہ یکایک یہ سیلاب کیسے آ گیا۔ انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ شاید یہ آفت اس لیے نازل ہوئی ہے کہ حافظ صاحب جیسے پرہیزگار درویش کو ریاست سے نکالا گیا ہے۔ اگر انھیں واپس نہ لایا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اور آفت ہم پر نازل ہو جائے۔

ان لوگوں کی باتوں کا نواب قطب الدین خاں پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے ماموں کو چند گھڑسوار دے کر حافظ صاحب کو واپس لانے کے لیے دوڑایا اور ساتھ ہی نواب بہاولپور کے پاس بھی اپنے چند معزز لوگوں کو یہ درخواست کرنے کے لیے بھیجا کہ وہ حافظ بارک اللہ کو جو بہاولپور کے علاقے میں جا بیٹھے ہیں، واپس بھیج دے۔

ان لوگوں کی کوشش سے حافظ صاحبؒ اپنے قافلے سمیت واپس تشریف لے آئے۔ اللہ کی قدرت کہ ان کے واپس آتے ہی دریا کی طغیانی ختم ہو گئی اور دریا کا پانی اپنی روزمرہ کی سطح پر آ گیا۔

نواب ممدوٹ نے حافظ صاحبؒ سے معافی مانگی اور ''لکھوکے'' کا گاؤں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو جاگیر کے طور پر پیش کیا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر گاؤں لینے سے انکار کر دیا کہ ہم کوئی ایسی زمین نہیں لینا چاہتے جس کا لگان اور آبیانہ وغیرہ ہم حکومت کو ادا کرنے پر مجبور ہوں۔ اس کے بعد نواب نے ان کو ان کی وہ زمین واپس کر دی جو ان کو ریاست سے نکالنے کے بعد ضبط کر لی تھی اور جس کا لگان پہلے سے معاف تھا۔

یہ واقعہ ۱۲۴۵ھ ہجری (مطابق ۱۸۲۹ء عیسوی) میں پیش آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے خاص بندوں کی ایسے طریقے سے مدد کرتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

(فقہائے پاک و ہند جلد اول)

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چھوٹا بڑے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ (بخاری و مسلمؒ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو پیر پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا

۱۸۳۱ عیسوی کا ذکر ہے کہ ملک شام کے سب سے بڑے شہر دمشق میں ایک بہت بڑے عالم شیخ سعید جلی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ وہ شہر کی ایک مسجد میں عبادت اور اللہ کے دین کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ ان سے تعلیم پا کر ہزاروں بچے بڑے عالم بن چکے تھے۔ ان کا درس اور وعظ سننے کے لیے طالب علموں کے علاوہ سینکڑوں دوسرے لوگ بھی روزانہ مسجد میں آ جاتے تھے۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک درویش صفت اللہ والے بزرگ تھے۔ نہ کبھی بادشاہوں کے درباروں میں گئے تھے اور نہ چھوٹے حاکموں اور حکومت کے افسروں کے پاس کبھی کوئی غرض لے کر گئے تھے۔ اس زمانے میں شام کا حکمران ابراہیم پاشا تھا۔ وہ مزاج کا بڑا سخت اور بڑے رعب داب والا حاکم تھا۔ کسی بڑے سے بڑے وزیر، امیر یا افسر کی جرأت نہ تھی کہ اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔

ایک دن دمشق میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ ابراہیم پاشا فلاں دن شیخ سعید جلیؒ سے ملنے اُس مسجد میں آ رہا ہے جس میں وہ درس دیتے اور وعظ کرتے تھے۔ شیخ صاحبؒ کو بھی اس کے ارادے کی خبر ہوگئی لیکن انھوں نے اس کو ایک معمولی بات خیال کیا اور فرمایا کہ جس طرح اور لوگ مسجد میں آتے ہیں وہ بھی مسجد میں آ جائے، یہ اللہ کا گھر ہے اور اس میں امیر غریب سب برابر ہیں۔ ادھر مسجد کے اردگرد کے محلّوں کے لوگوں نے ابراہیم پاشا کے استقبال کے لیے تیاری شروع کر دی۔ انھوں نے مسجد کی طرف آنے والے راستے میں بڑے بڑے دروازے بنائے، ان کو

17047

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت جھنڈیوں سے سجایا اور دروازوں کے اوپر خوبصورت استقبالیہ کتبے لکھوا کر لگائے۔ ان لوگوں کو یہ ڈر تھا کہ اگر ابراہیم پاشا کا شان دار استقبال نہ ہوا تو وہ ناراض ہو جائے گا۔ ان کو یہ بھی خوف تھا کہ ابراہیم پاشا کہیں شیخ صاحبؒ کی کسی بات پر بگڑ نہ جائے اور اس کے نتیجے میں ان کو نقصان پہنچے لیکن مشکل یہ تھی کہ شیخ صاحبؒ کو کسی قسم کا مشورہ دینا بھی ان کے بس میں نہ تھا کیونکہ شیخ صاحبؒ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ ان سے یہ کہنا تو بالکل ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مسجد کے باہر جائیں اور ابراہیم پاشا کا استقبال کریں یا اٹھ کر ادب سے ابراہیم پاشا کو سلام کریں۔ بہرصورت اپنی طرف سے انھوں نے ابراہیم پاشا کے شاندار استقبال کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

ابراہیم پاشا نے اپنی آمد کا جو دن مقرر کیا تھا' اس دن وہ بڑی شان وشوکت سے شاہی گاڑی میں مسجد کے سامنے پہنچا۔ اس کے ساتھ وزیروں اور خادموں کے ایک بڑے جلوس کے علاوہ ہتھیار بند حفاظتی دستہ بھی تھا۔ اس وقت شیخ سعید حلبیؒ مسجد میں ایک چٹائی پر پیر پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے۔ بہت سے شاگرد اور دوسرے لوگ ان کے سامنے سر جھکائے خاموش بیٹھے ان کا وعظ سن رہے تھے۔ شیخ صاحبؒ ان سے دل میں اتر جانے والے ایسے شیریں لہجے میں مخاطب تھے کہ ابراہیم پاشا یہ نظارہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ ٹھٹک کر کچھ دیر کھڑا رہا پھر اس نے اپنے حفاظتی دستے اور ساتھ آنے والے جلوس کو دور ہٹ جانے کے لیے اشارہ کیا اور خود اکیلا مسجد میں داخل ہو کر مجلس کے کنارے ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے سنا کہ شیخ صاحب کے منہ سے نصیحتوں کے پھول ان الفاظ کی صورت میں جھڑ رہے ہیں۔

''جب انسان ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو پھر اس سے ہر چیز خوف کھاتی ہے' اس لیے کہ وہ جب بھی کسی بڑی چیز کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی (بڑائی) کا تصور اس چیز کو اس کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔ افسوس کہ اس زمانے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ اللہ اکبر کے حروف کو بغیر اس کے معنی کی گہرائیوں میں پہنچنے کے دہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اس کلمہ کو ہر روز کم از کم 85 مرتبہ زبان سے ادا کرے اور اس طرح اذان میں 30 مرتبہ سنے۔ یہ چیز اس کے دل میں یہ یقین پختہ کر دیتی ہے کہ جس شخص کو اللہ اعلیٰ، عظیم اور اکبر کی رضا حاصل ہو جائے اسے کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی' نہ بادشاہ کے خوف کی اور نہ بیماری کے ڈر کی......"

اس وقت اچانک شیخ صاحبؒ کی نظر ابراہیم پاشا پر پڑ گئی جو بڑے غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا اور ان کا اثر قبول کر رہا تھا۔ شیخ صاحبؒ نے اسے بیٹھ جانے کا اسی طرح اشارہ کیا جس طرح وہ کسی عام آدمی کو کہا کرتے تھے اور پھر پہلے کی طرح پاؤں پھیلائے درس و وعظ میں مشغول ہو گئے۔ ابراہیم پاشا کا دل نرم ہو گیا تھا وہ ادب سے بیٹھ گیا۔ اب شیخ صاحب یوں فرما رہے تھے:

"جنّت صرف خواہش اور تمنا سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کوشش اور نیک اعمال سے ملتی ہے جیسے کوئی طالب علم اپنا پورا تعلیمی سال کھیل کود میں گزار دے اور پھر بھی کامیابی کی تمنا کرے تو کیا وہ کامیاب ہو جائے گا یا کوئی شکاری اپنی بندوق دور پھینک دے اور جال بھی نہ لگائے اور پھر بھی شکار کے خواب دیکھے تو کیا اس کے خواب پورے ہوں گے؟ اگر عقل نہ ہو تو انسان کی حیثیت کیا ہے؟ اور عقل کس کام کی اگر اس کے ساتھ ایمان کی دولت نہ ہو' جو بادشاہ اس دنیا کی لذّتوں میں مَست ہیں ان کو اللہ کے مقابلے میں اپنی کمزوری اور عاجزی کو بھولنا نہیں چاہیے۔ اللہ نے بڑے طاقت ور بادشاہ نمرود کو اپنی سب سے کمزور اور حقیر مخلوق مچھر کے ذریعے ہلاک کر دیا............"

ابراہیم پادشاہ دیر تک شیخ صاحبؒ کی باتیں سنتا رہا' ان کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ ایک رحم دل اور خدا ترس (اللہ سے ڈرنے والا) انسان بن گیا۔ اس نے بڑے ادب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شیخ صاحبؒ کو سلام کیا اور ان سے رخصت ہو کر اپنے محل میں پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے خالص سونے کے ایک ہزار دینار کی تھیلی شیخ صاحب کی خدمت میں ہدیے یا نذرانے کے طور پر بھیجی۔ جب اس کے قاصد نے یہ تھیلی شیخ صاحبؒ کے سامنے رکھی تو وہ مسکرائے اور تھیلی واپس کرتے ہوئے اس سے فرمایا:

"اپنے آقا کا میری طرف سے شکریہ ادا کرنا اور اس سے کہنا کہ جو شخص پَیر پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا۔"

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی قوم (یا قبیلے) کی ناحق اور ناجائز بات پر مدد کرتا ہے وہ اس اونٹ جیسا ہے جو اونچی جگہ سے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جاتا ہے اور پھر اس کی دُم کو پکڑ کر اسے کھینچا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انوکھی دعوت نرالی دعا

پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا پڑھا لکھا آدمی ہو جس نے ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم کا نام نہ سنا ہو۔ وہ ہمارے ملک کے بہت بڑے شاعر تھے۔ انھوں نے ''شاہنامہ اسلام'' (نظموں پر مشتمل مشہور تاریخی کتاب) تصنیف کرنے کے علاوہ اپنے ہزاروں اشعار کے کئی مجموعے بھی مرتّب کیے اور ترانۂ پاکستان بنانے کی عزت بھی حاصل کی۔ جناب حفیظ جالندھری جنوری ۱۹۰۰ عیسوی میں پیدا ہوئے اور دسمبر ۱۹۸۲ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایسا واقعہ بیان کیا تھا جو نہ صرف بڑا عجیب تھا بلکہ نہایت دلچسپ بھی تھا۔ یہ واقعہ ہم انہی کے الفاظ میں یہاں درج کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میری عمر پندرہ سال کے لگ بھگ تھی کہ میرے ماموں مجھے ساتھ لے کر جلال پور جٹاں (ضلع گجرات) گئے اور وہاں کے ایک اللہ والے بزرگ قاضی عبدالحکیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے ماموں قاضی صاحب کے مرید تھے اور ان سے اس بات کی اجازت لینے کے لیے آئے تھے کہ اپنی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیں۔

ماموں جان اور مَیں دس پندرہ روز قاضی صاحب کے ہاں ٹھہرے۔ ان دنوں مَیں اکثر دوسرے شاعروں کی لکھی ہوئی نعتیں خوش الحانی کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی صاحبؒ کو سنایا کرتا تھا اور وہ یہ نعتیں سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''حفیظ! آج تم دوسروں کی لکھی ہوئی نعتیں پڑھتے ہو' ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ تمہاری لکھی ہوئی نعتیں پڑھا کریں گے۔''

جن ایّام میں ہمارا جلال پور جٹاں میں قیام تھا' کافی عرصے سے اس علاقے میں بارش نہیں ہوئی تھی اور خشک سالی کی وجہ سے قحط جیسی صورت پیدا ہوگئی تھی جس نے لوگوں کو سخت پریشان کر رکھا تھا۔ ایک دن چند مولوی صاحبان قاضی عبدالحکیمؒ کے حجرے میں تشریف لائے اور شکوے کے طور پر کہا:

''پیر جی! آپ آرام سے اپنے حجرے میں تشریف رکھتے ہیں اور باہر اللہ کی مخلوق پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہی ہے۔''

یہ سن کر قاضی صاحبؒ نے فرمایا:

''بارش کی دعا کے لیے کُتّوں سے کہا جائے۔''

قاضی صاحبؒ کا ارشاد سن کر مولوی صاحبان سخت ناراض ہوئے اور غصے میں یہ کہہ کر چلے گئے:

''آپ کُتّوں کی زبان کو خوب سمجھتے ہیں اس لیے یہ فرض آپ ہی ادا کریں۔''

ان کے جانے کے بعد قاضی صاحب نے اپنے ایک کارندے کو بلایا اور اس سے کہا:

''کل کُتّوں کی دعوت ہے' ان کے لیے حلوے کی ایک دیگ صبح تک تیار ہونی چاہیے۔''

کارندہ قاضی صاحب کا حکم سن کر بہت حیران ہوا لیکن اس کو کچھ پوچھنے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرأت نہ پڑی اور وہ ''بہت اچھا حضور'' کہہ کر چلا گیا۔ قاضی صاحبؒ کے ڈیرے پر ایک پالتو کُتّا ہر وقت آلتی پالتی مارے بیٹھا رہتا تھا۔ کالو نام کا یہ کُتّا قاضی صاحب کے اشاروں اور زبان کو خوب سمجھتا تھا۔

دوسرے دن قاضی صاحب کے کارندے نے حلوے کی دیگ تیار کر کے ان کو اطلاع دی تو انھوں نے بہت سی سینیاں منگوائیں اور اپنے خادموں کو حکم دیا کہ ان کو حلوے سے بھر دیں۔ ساتھ ہی انھوں نے کالو کو اشارہ کیا کہ قصبے کے دوسرے کتوں کو بھی ساتھ لے آئے۔ پھر حلوے سے بھری ہوئی سینیاں جلال پور جٹاں کی ایک کھُلی گلی میں رکھ دی گئیں۔ تھوڑی دیر میں کالو بہت سے کُتّوں کے ساتھ گلی میں آ پہنچا۔ قاضی صاحب کی ہدایت کے مطابق تین تین کتوں کے سامنے حلوے کی ایک ایک سینی رکھ دی گئی۔ کتے آناً فاناً سارا حلوا چٹ کر گئے۔ اس وقت اردگرد کے مکانوں کی چھتوں پر قصبے کے بے شمار لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اب قاضی صاحب نے کالو کو اشارہ کیا اور زبان سے بھی فرمایا کہ خود بھی دعا کرو اور ان کتوں سے بھی کہو کہ بارش کے لیے دعا کریں۔ یہ سنتے ہی کالو اور دوسرے تمام کتوں نے اپنے منہ آسمان کی طرف کر لیے اور زور زور سے ''ہو ہو'' کی آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ اللہ کی قدرت اسی وقت آسمان پر گہرے بادل چھا گئے اور ایسی موسلا دھار بارش ہونے لگی کہ لوگ چھتوں سے اتر کر مکانوں کے اندر بھی داخل نہ ہو سکے اور بھیگ گئے۔ رحمت کی اس بارش نے علاقے سے قحط کا خاتمہ کر دیا اور لوگ قاضی صاحب کو دعائیں دینے لگے۔''

❀ ❀ ❀

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یتیم بھوکے بچے کی رسولِ پاکؐ کے روضے سے محبت

ملک سعودی عرب میں مسلمانوں کے سب سے مقدس شہر مکّہ اور مدینہ واقع ہیں۔ مکّہ میں کعبہ شریف ہے اور مدینہ میں ہمارے رسولِ پاک ﷺ کا روضۂ مبارک ہے۔ سعودی عرب آج کل تیل کی دولت سے مالا مال ہے اور وہاں کے اکثر لوگ خوشحال ہیں۔ تیل نکلنے سے پہلے سعودی عرب کے عام لوگ بہت غریب تھے کیونکہ ملک کا گزارہ زیادہ تر اسی آمدنی پر تھا جو اس کو حج اور عمرہ کے لیے دنیا کے دوسروں ملکوں سے آنے والے مسلمانوں سے ہوتی تھی۔ اسی زمانے کا (یعنی پاکستان بننے سے سالہا سال پہلے کا) ذکر ہے کہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم مولانا ظفر احمد عثمانیؒ حج کے لیے مکّہ معظّمہ گئے۔ حج ادا کرنے کے بعد وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ گئے تاکہ رسولِ پاک ﷺ کے روضۂ مبارک کی زیارت کریں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم سب دوست کھانا کھا چکے تو دیکھا کہ دستر خوان پر روٹی کے بہت سے ٹکڑے بچ گئے ہیں۔ ہم نے کمرے کے باہر ایک جگہ دستر خوان کو جھاڑ دیا تاکہ ان بچے کھچے ٹکڑوں کو جانور (کُتے بلیاں) کھا جائیں۔ کچھ دیر کے بعد میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک نَو دس سال کا بچہ ان ٹکڑوں کو چُن چُن کر کھا رہا ہے۔ بچے کو ایسا کرتے دیکھ کر مجھے بہت دُکھ ہوا۔ میں اسے اپنے ساتھ لے کر کمرے کے اندر آیا اور اس کو پیٹ بھر کے کھانا کھلایا۔ کھانا کھا کر بچہ بہت خوش ہوا اور مجھے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے ساتھ اس سلوک کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے اس سے پوچھا:

''بیٹے! تمہارے والد کیا کام کرتے ہیں۔''

اس نے کہا: ''میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور میں یتیم ہوں۔''

میں نے اس سے پوچھا' اب تم کہاں رہتے ہو؟

اس نے کہا: اپنی بیوہ ماں کے پاس جو بہت غریب ہے۔ میں نے اس سے کہا: بیٹے! میرے ساتھ ہندوستان چلو گے؟ وہاں تم کو مزے مزے کے کھانے کھلاؤں گا' اچھے اچھے کپڑے پہناؤں گا' اپنے مدرسے میں تعلیم دوں گا' جب تم پڑھ لکھ کر بڑے عالم بن جاؤ گے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر یہاں آؤں گا اور تمہاری والدہ کے سپرد کر دوں گا۔ تم گھر جاؤ اور اپنی ماں سے اجازت لے کر آؤ۔''

لڑکا بہت خوش ہوا۔ دوڑتا ہوا گھر گیا اور والدہ کو سارا قصہ سنایا۔ اس بے چاری پر دوسرے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ تھا اور وہ بہت پریشان تھی۔ لڑکے نے اس سے جب مولانا کے ساتھ ہندوستان جانے کی اجازت چاہی تو اس نے فوراً دے دی۔

لڑکے نے مولانا کے پاس واپس آ کر ان کو بتایا کہ میں آپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں میری ماں نے مجھے اجازت دے دی ہے۔ پھر وہ مولانا سے پوچھنے لگا۔

''کیا ہندوستان میں جہاں آپ رہتے ہیں' چنے ملتے ہیں؟

میں نے اس سے کہا: بیٹے چنے کیا کھانے پینے کی اور سب چیزیں بھی تمہیں وہاں بہت ملیں گی۔ پھر وہ میری انگلی پکڑے مسجد نبوی ﷺ میں میرے ساتھ آیا اور ایک جگہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ ٹکٹکی باندھ کر رسول پاک ﷺ کے روضۂ مبارک کو دیکھنے لگا اور پھر مسجد نبوی ﷺ کے دروازے کو۔

کچھ دیر کے بعد وہ مجھ سے پوچھنے لگا۔

''بابا وہاں آپ کے ملک میں یہ روضہ اور مسجد کا دروازہ بھی ملے گا۔''

میں نے کہا: بیٹے! اگر یہ وہاں مل جاتے تو میں یہاں کیوں آتا؟ یہ سن کر لڑکے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس نے کہا:

''بابا! آپ جائیں اگر یہ وہاں نہیں ملیں گے تو میں ان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ بھوک پیاس سب کچھ برداشت کروں گا مگر اس روضے اور اس دروازے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ رونے لگا۔

رسولِ پاک ﷺ کے روضے اور مسجد کے دروازے سے اس بچے کی محبت دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ پاکستان قائم ہونے کے بعد ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ انھوں نے صوبہ سندھ کے شہر ٹنڈو الہ یار میں دسمبر ۱۹۵۴ء میں وفات پائی۔

(ماہنامہ ساحل کراچی جنوری فروری ۲۰۰۶ء)

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: حیا اور ایمان یہ دونوں ہمیشہ ساتھ اور اکٹھے رہے ہیں، جب ان دونوں میں سے کوئی ایک اٹھا لیا جائے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندو بنیے کا خوش نصیب بیٹا

پچھلی (بیسویں) صدی عیسوی میں بھارت میں ایک بہت ہی نیک اور پرہیز گار بزرگ حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ وہ عمر بھر نہایت ذوق وشوق سے اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ ان کی تبلیغ سے سینکڑوں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور سینکڑوں نام کے مسلمان برے رسم ورواج کو چھوڑ کر پکے اور سچے مسلمان بن گئے۔ حاجی صاحب نے ۱۹۴۵ء میں بستی نظام الدین (دلی) میں وفات پائی اور اسی بستی کے عام قبرستان میں دفن کیے گئے۔

حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ میوات (بھارت) کے ایک گاؤں اٹاوڑ میں ایک دولت مند ہندو بنیے کے گھر پیدا ہوئے۔

پیدائش کا سال تو معلوم نہیں ہے لیکن خیال ہے کہ انیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائیوں (۱۸۷۰ء سے ۱۹۰۰ء) کے دوران میں کسی وقت پیدا ہوئے) ماں باپ نے مکندرام نام رکھا۔ مکندرام کی عمر ابھی گیارہ بارہ برس کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام کی طرف راغب کر دیا اور پھر ایک دن اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ نومسلم مکندرام کا اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ وہ کئی سال تک دین کی تعلیم حاصل کرتے رہے اور تعلیم سے فارغ ہو کر ساری زندگی اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے گزار دی۔

ہمارے رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارادہ فرماتا ہے' اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

حاجی عبدالرحمٰن وہ خوش نصیب انسان تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ عطا فرمائی اور ان کی اس سمجھ اور تبلیغ کی بدولت سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ خود حاجی صاحب کو دین کے علاوہ دنیا کی نعمتیں بھی حاصل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال دیا اس کو انھوں نے اللہ کی راہ میں خوب خرچ کیا۔

حاجی صاحبؒ کے اسلام قبول کرنے کی داستان بڑی دلچسپ ہے خود انھوں نے یہ داستان اس طرح بیان کی ہے:

''میری عمر گیارہ بارہ سال کی تھی' میں گاؤں (اٹاوڑ) کے سکول میں پڑھتا تھا اور پڑھائی میں بہت تیز تھا۔ میرے ساتھ مسلمان لڑکے بھی پڑھتے تھے۔ میں نے گاؤں کے مسلمانوں سے اور ساتھی لڑکوں سے رسول اللہؐ اور آپ کا پاک نام سنا تھا۔ اس سے میرے دل میں رسول اللہؐ سے محبت سی پیدا ہوگئی تھی۔ میرے باپ کی دکان تھی جو گاؤں میں خوب چلتی تھی۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنی دکان میں ہوں' باپ نہیں ہیں' میں ہی ان کی جگہ بیٹھ کر سودا بیچ رہا ہوں' گاؤں کی کچھ عورتیں جن میں میری رشتہ دار بھی ہیں' سودا لینے کے لیے دکان پر کھڑی ہیں اور میں سودا دے رہا ہوں' اتنے میں معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے پیغمبر صاحب کی سواری آ رہی ہے' میں ان کے درشن کے لیے دکان چھوڑ کر جانے لگا مگر ان عورتوں نے مجھے نہیں جانے دیا اور کہا'

مکندا! پہلے ہمیں سودا دے دے پھر کہیں جا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے جلدی جلدی ان کو نپٹانا چاہا' ابھی نپٹا نہیں سکا تھا کہ معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آ گئی اور بہت لوگ جمع ہیں' میرے ہاتھ میں سودا تولنے کی جو ترازو تھی' میں نے اس کو زمین پر پٹک دیا اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کے لیے دکان چھوڑ کر بھاگا مگر جب میں پہنچا تو آپؐ کی سواری آگے بڑھ چکی تھی اور میں چہرۂ مبارک نہ دیکھ سکا' بس پیچھے کی جانب سے صرف آپؐ کی گردن مبارک دیکھ پایا۔ اسی سے میرے دل میں ایک بے انتہا محبت کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آنکھ کھلی تو دل میں وہی کیفیت تھی۔ میں نے گھر میں کسی سے ذکر نہیں کیا اور دل میں ارادہ کرلیا کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ صبح کو سکول گیا لیکن لکھنے پڑھنے میں بالکل جی نہیں لگا۔ رات جو خواب دیکھا تھا بیٹھے بیٹھے بس اسی کو سوچتا تھا' جو پنڈت جی پڑھاتے تھے' انھوں نے دیکھا تو مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا:

''مکندا! آج کیا بات ہے' کیوں گم سم بیٹھا ہے' پڑھتا کیوں نہیں؟
میں نے انھیں بتایا کہ میں نے ایسا سپنا (خواب) دیکھا ہے۔
انھوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا' جا اپنی جگہ بیٹھ اور اپنا کام کر۔''

میں اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ پنڈت جی نے سلیٹ ہاتھ میں لے کر نجومیوں کے طریقہ پر کچھ حساب لگایا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا' مکندا! ذرا پھر بتا تو نے رات کیا سپنا دیکھا ہے؟ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ انھیں پھر بتایا۔ انھوں نے پھر مجھے ڈانٹا اور کہا' جا اپنی جگہ بیٹھ اپنا کام کر' میں آ کر بیٹھ گیا۔ پنڈت جی نے پھر سلیٹ پر اپنا کچھ حساب لگایا اور کچھ دیر بعد مجھے پھر بلایا اور رات کے خواب کا پھر پوچھا۔ جب میں نے بتایا تو پھر مجھے خوب ڈانٹا۔ کئی دفعہ ایسا ہی ہوا جب سکول کی چھٹی کا وقت آیا تو پنڈت جی میرے ساتھ ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر آئے اور میرے باپ کو الگ بلا کر کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ تیرا بیٹا مکندا مسلمان ہو جائے گا۔ مجھے اس وقت کچھ معلوم نہیں ہوا کہ پنڈت جی نے میرے باپ سے کیا کہا لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ باپ نے میری ماں کو بھی بتا دیا۔ وہ دونوں بہت فکرمند اور پریشان ہو گئے۔ میرا اسکول جانا بھی بند کر دیا مگر میں نے دل میں طے کر لیا کہ جو کچھ بھی ہو مجھے مسلمان ہونا ہے۔

اب میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کہاں چلے جانا چاہیے۔ میں اسی فکر اور ٹوہ میں رہتا تھا۔ میں نے کچھ مسلمانوں سے ذکر سنا تھا کہ دلی کے پاس ایک بستی ہے۔ ''نظام الدین'' وہاں ایک بنگلہ والی مسجد ہے۔ اس میں ایک میاں صاحب رہتے ہیں، بڑے نیک اور اللہ والے آدمی ہیں، جو کوئی ان کے پاس جائے، اس کو اپنے رکھ کر پڑھاتے ہیں اور کھلاتے پلاتے بھی ہیں۔ میں نے انھی کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا۔ چپکے چپکے راستہ کی معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر ایک دن موقع پا کر گھر سے ایک رقم لے کر نکل گیا اور کسی طرح بستی نظام الدین کی اس مسجد میں پہنچ گیا۔ گھر اور گاؤں والوں کو بالکل خبر نہ ہوئی کہ میں کہاں گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ماں باپ بہت دنوں تک روتے رہے۔

یہ بزرگ (تبلیغی جماعت والے) حضرت جی مولانا محمد الیاسؒ کے سب سے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد میاں صاحب تھے، انھوں نے مجھے بڑی شفقت سے رکھا، پڑھایا اور وہی میرے باپ اور ماں بن گئے اور میں بھی انھیں کا ہو گیا۔ ان کی وفات کے بعد یہ حضرت جی (مولانا محمد الیاسؒ) یہاں آ گئے۔ اس وقت سے انھی کے ساتھ ہوں۔ میں جو رقم گھر سے ساتھ لایا تھا، میں نے بہت دنوں تک حضرت مولانا محمد میاں صاحب سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا پھر ایک دن بتا دیا۔ میں بنیے کا بیٹا تھا، جب کوئی نفع کا کام سامنے آیا، میں نے وہ رقم اس میں لگا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی۔ اللہ نے اس میں بہت برکت دی جس کام میں لگائی بہت نفع ہوا' اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی راہ میں خرچ بھی کرتا رہا۔'' (سیرۃ حاجی عبدالرحمٰن صفحہ ۲۸ تا ۳۱)

یہ تو حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا بیان تھا' جن اصحاب نے ان کو دیکھا ہے وہ بتاتے ہیں کہ حاجی صاحب نہایت پرہیزگار' عبادت گزار اور سخی بزرگ تھے۔ اسلام کی تبلیغ کا حد سے زیادہ شوق تھا۔ ان کی تبلیغی کوششوں سے دو ہزار کے لگ بھگ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ میوات کے ایک قصبہ سنگار میں ایک بڑا دینی مدرسہ بھی انھوں نے قائم کیا تھا۔ اس پر اٹھنے والا سارا خرچ وہ خود برداشت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی وہ کئی اور اسلامی مدارس کو مالی مدد دیتے تھے جو لوگ اسلام قبول کر لیتے' ان کی ضروری تعلیم وتربیت کا انتظام بھی حاجی صاحب نے سنگار کے دینی مدرسے میں کر رکھا تھا۔ حاجی صاحبؒ کے وعظ میں بڑی تاثیر ہوتی تھی۔ اکثر لوگ ان کا وعظ سن کر بری رسموں اور عادتوں سے باز آ جاتے تھے۔ حاجی صاحبؒ اپنے غیر مسلم خاندان والوں اور رشتہ داروں سے بھی نہایت اچھا سلوک کرتے تھے۔ وہ جب بھی ان کے ہاں جاتے ان کے بچوں میں خوب پیسے بانٹتے تھے۔ یہ لوگ بھی ان کے مسلمان ہونے کے باوجود ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اپنی عبادت اور دین سے محبت کی وجہ سے وہ اللہ کے خاص بندے بن گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول کر لیا کرتا تھا۔ اس لیے ان سے دعا کرانے کے لیے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ان کی تبلیغ کا ایک دلچسپ واقعہ مشہور ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ میوات کے علاقے میں ایک ہندو سادھو آ گیا۔ اس نے اپنے طریقے سے دن رات عبادت کر کے (گیان دھیان میں مصروف رہ کر) اور جسمانی مشقتیں جھیل کر ایسا کمال حاصل کر لیا تھا کہ بعض عجیب وغریب کرشمے لوگوں کو دکھاتا تھا جو کوئی عام آدمی نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس طرح سارے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میوات میں اس کی شہرت ہوگئی تھی۔ حاجی صاحبؒ کو اس کی خبر ہوئی تو ان کا جی چاہا کہ اس کو اسلام کے دائرے میں لائیں چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچ گئے۔ سادھو حاجی صاحب کے مقام اور مرتبے سے واقف تھا اس نے ان کا بڑا ادب و احترام کیا اور پوچھا' حاجی صاحب کیسے تشریف لائے؟

حاجی صاحب نے کہا' آپ کو دیکھنے کے لیے آ گیا ہوں۔

پھر انھوں نے سادھو کے کرشموں پر حیرت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

''سادھو جی! آپ تو بڑے باکمال معلوم ہوتے ہیں کہ آپ سے ایسے حیران کرنے والے کرشمے ظاہر ہوتے ہیں۔''

سادھو نے کہا: مالک کی مہربانی ہے ورنہ میں کیا چیز ہوں۔

حاجی صاحب نے کہا: نہیں جی آپ تو بڑے باکمال ہیں' ہر ایک کو ایسا کمال حاصل نہیں ہوسکتا جو آپ کو حاصل ہے۔

جب خوب تعریف کر لی تو پوچھا' یہ کمال آپ کو کیسے حاصل ہوا؟

اس نے کہا: میرا ایک اصول ہے کہ جس چیز کو میرا جی چاہا وہ میں نے نہیں کی بلکہ اس کے خلاف کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنی طبیعت اور دل و دماغ پر قابو ہوگیا۔ اب میری طبیعت اور دل و دماغ میرے تابع ہیں' میں ان کے تابع نہیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا' بہت خوب! آپ نے جو اصولِ اختیار کیا اس نے آپ کو ایسا باکمال بنا دیا۔ کیا آپ کا جی اسلام لانے کو چاہتا ہے؟

سادھو نے کہا' بالکل نہیں۔

حاجی صاحب نے کہا' پھر تو ضرور اسلام قبول کریں ورنہ آپ کا اصول ختم ہو جائے گا اور ساری عمر کی محنت ضائع ہو جائے گی۔ اگر جی اسلام قبول کرنے کو چاہتا تو بالکل نہ کرتے مگر جب جی قبول کرنے کو نہیں چاہتا تو ضرور اسلام قبول

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں ورنہ اصول ختم ہونے سے کمال بھی ختم ہو جائے گا۔ غرض حاجی صاحب نے سادھو کو ایسا گھیرا کہ وہ لاجواب ہو گیا اور اسی مجلس میں مسلمان ہو گیا۔ اس کو دیکھ کر اور بہت سے ہندوؤں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

حاجی صاحب ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو

* * *

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو اور دنیا میں اس کے آثارِ قدم تا دیر رہیں (یعنی اس کی عمر لمبی ہو) تو وہ (اہلِ قرابت) یعنی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظلم کی سزا

یہ سچا واقعہ جو صوبہ پنجاب کے مشہور قصبے عارف والا کے قریب ایک گاؤں کا ہے' پچھلی (بیسویں صدی عیسوی) کے آخری چند سالوں میں پیش آیا۔ یہ علاقہ عمدہ میٹھے خربوزوں کی پیداوار کے لیے سارے پنجاب میں مشہور ہے۔

ہوا یوں کہ اس گاؤں کے ایک بڑے زمیندار نے ۱۲۵ ایکڑ رقبے پر خربوزے کاشت کیے۔ خربوزے پکنے کے قریب ہوئے تو گاؤں کا ایک نوعمر یتیم بچہ کھیت میں چلا گیا اور اس نے ایک خربوزہ توڑ لیا۔ اتفاق سے زمیندار نے اس کو خربوزہ توڑتے دیکھ لیا۔ اس نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو پکڑ لاؤ۔ وہ لڑکے کو پکڑ لایا تو زمیندار بڑی بے رحمی سے اس کو دیر تک پیٹتا رہا۔ پھر بھی اس کا دل ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے ایک رسہ منگوا کر اس لڑکے کو ایک درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دیا اور گاؤں کے لوگوں سے کہہ دیا کہ یہ لڑکا کل صبح تک اسی درخت کے ساتھ بندھا رہے گا اور اگر کبھی کوئی دوسرا شخص بھی میرے کھیتوں سے خربوزہ توڑے گا تو اس کو بھی میں ایسی ہی سزا دوں گا۔

لڑکے کی غریب بیوہ ماں کو پتا چلا تو وہ روتی ہوئی زمیندار کے پاس آئی۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑے' منتیں کیں' اپنا دوپٹہ سر سے اتار کر زمیندار کے پاؤں پر رکھا اور بار بار التجا کی کہ بچے کو معاف کر دیں' اس سے غلطی ہوگئی' یتیم اور بے سہارا ہے اس پر رحم کریں۔

اس بے چاری کی آہ و زاری کا بے رحم زمیندار پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ اپنی ضد پر قائم رہا اور کہا کہ کل صبح سے پہلے لڑکے کو نہیں چھوڑوں گا۔ بے بس غریب بیوہ روتی دھوتی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس چلی گی۔ یہ دن کے بارہ ایک بجے کا وقت تھا۔ آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکل ہوئی تھی۔ اللہ کا کرنا کہ اس بڑھیا خاتون کے جانے کے تھوڑی دیر بعد آسمان پر گہرے سیاہ رنگ کا بادل چھا گیا اور اس ظالم زمیندار کے کھیتوں پر زوردار بارش ہونے لگی جس میں موٹے موٹے اولے بھی تھے۔ اولوں کی یہ بارش تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہی جس سے تمام کھیتوں کے خربوزے تباہ ہو گئے یہاں تک کہ پودوں کی جڑیں تک اکھڑ گئیں۔ یہ خوفناک نظارہ علاقے کے ہزاروں لوگوں نے دیکھا اور بڑی مدت تک اس کا ذکران کی زبانوں پر جاری رہا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے اس زمیندار کو اس کے ظلم کی سزا فوراً ہزاروں لوگوں کے سامنے اس لیے دی کہ ان کو عبرت حاصل ہو اور وہ انسان ہو یا حیوان کسی پر بھی ظلم نہ کریں۔

(ماہنامہ بتول مئی ۲۰۰۵ء)

ہمارے رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے بہت خوش ہوتا ہے جو کسی کا قصور معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بھی اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور اس کو بے انتہا ثواب دیتا ہے جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے یا کسی بیوہ عورت کی مدد کرتا ہے۔

* * *

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے

مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی عیسوی میں دین کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ وہ ہندوستان کے شہر دیوبند کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں ہندوستان کے مسلمانوں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی رہنمائی میں انگریزوں کی حکومت سے مانگ کی کہ ہم اپنا الگ آزاد وطن ''پاکستان'' لے کر رہیں گے۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے قائداعظمؒ کا بھرپور ساتھ دیا اور مسلمانوں کی کوششوں سے اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوگیا۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ پاکستان تشریف لے آئے اور کراچی میں ایک عظیم الشان دینی مدرسہ قائم کیا۔ مفتی صاحب نے نہایت پاکیزہ مثالی زندگی گزار کر اکتوبر ۱۹۷۶ء میں وفات پائی۔ وہ ایسے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے کہ لوگ انہیں نیکی کا پیکر کہا کرتے تھے' اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مفتی صاحب جیسے اگلے وقتوں کے بزرگ کتنے ایمان داراور اللہ سے ڈرنے والے ہوا کرتے تھے۔

مفتی صاحبؒ کو ایک دفعہ اپنے شہر دیوبند سے بہت دور کسی دوسرے شہر جانے کی ضرورت پیش آئی۔ وہاں ریل گاڑی ہی کے ذریعے آسانی سے پہنچا جا سکتا تھا۔ مفتی صاحب ریل میں سوار ہونے کے لیے سٹیشن پہنچے اور ٹکٹ لے کر گاڑی کی طرف بڑھے۔ انھوں نے دیکھا کہ جس درجے کا ٹکٹ انھوں نے لیا ہے۔ اس درجہ کے کسی بھی ڈبے میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی اور لوگ ان میں اس طرح ٹھنسے ہوئے تھے کہ سانس لینا بھی مشکل تھا۔ ادھر گاڑی چلنے ہی والی تھی اور اتنا وقت

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تھا کہ باہر جا کر بڑے درجہ کا ٹکٹ لے آئیں مجبوراً بڑے درجہ (اپر کلاس) کے ڈبے میں اس خیال سے سوار ہو گئے کہ جب ٹکٹ چیک کرنے والا آئے گا تو اس کو بڑے درجے کا کرایہ ادا کر کے ٹکٹ تبدیل کرالیں گے لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ پورے سفر میں ان کے ڈبے میں کوئی ٹکٹ چیک کرنے والا نہ آیا یہاں تک کہ جس شہر میں انہیں جانا تھا وہ آ گیا۔

مفتی صاحب گاڑی سے اتر کر سیدھے اُس کھڑکی پر گئے جہاں سے ٹکٹ لیے جاتے تھے اور کلرک (ٹکٹ بابو) سے پوچھا کہ دونوں درجوں کے کرایوں میں کتنا فرق ہے۔ اس نے بتایا تو انہوں نے اتنی ہی رقم کا ایک ٹکٹ اس سے خریدا اور اس کے سامنے ہی پھاڑ کر پھینک دیا۔ وہ کلرک یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اسے شک گزرا کہ شاید مولانا کے دماغ میں کچھ خلل ہے۔ اس نے اپنے کمرے سے باہر آ کر مفتی صاحب سے پوچھا: ''حضرت آپ نے ٹکٹ لے کر کیوں پھاڑ دیا؟''

مفتی صاحب نے اس کو سارا قصہ سنایا کہ ٹکٹ میں نے نچلے درجے کا لیا تھا لیکن اس میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے میں نے مجبوراً بڑے درجے میں سفر کیا' خیال تھا کہ ٹکٹ چیک کرنے والا آئے گا تو اسے زائد کرایہ ادا کر دوں گا لیکن کوئی ٹکٹ چیکر نہ آیا اس لیے جو زائد رقم میرے ذمہ رہ گئی تھی میں نے اتنی رقم کا ٹکٹ لے کر پھاڑ دیا۔

کلرک نے کہا:

''آپ تو سٹیشن سے باہر آ گئے تھے' اب آپ سے کون زیادہ کرایہ طلب کر سکتا تھا؟''

مفتی صاحبؒ نے فرمایا:

''جی ہاں' آپ درست کہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تو سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ مجھے ایک دن مرنا ہے اور اس کے سامنے پیش ہونا ہے' کسی کا حق مارنے کا اس کو کیا جواب دوں گا۔

(بیدار ڈائجسٹ جون ۲۰۰۶ء)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں جن کتابوں اور رسالوں سے بطورِ خاص اخذ و استفادہ کیا گیا ہے' ان کے نام یہ ہیں:

۱-	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ
۲-	اُسدُ الغابہ	علامہ ابنِ اثیرؒ
۳-	صد پارۂ دل	مولانا عبدالحلیم شررؔ (مرحوم)
۴-	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانیؒ
۵-	اسلامی کہانیاں	جناب انعام اللہ خان ناصر
۶-	جگمگاتے تارے	جناب محمد اسمٰعیل پانی پتی
۷-	پہاڑی کے چراغ	جناب آباد شاہ پوری مرحوم
۸-	بزمِ مملوکیہ	سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم
۹-	فقہائے پاک و ہند جلد اول	مولانا محمد اسحاق بھٹی
۱۰-	سیر الصحابہؓ مختلف جلدیں	شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم
۱۱-	علماء الاسلام	مولانا حافظ محمد ابراہیم میر مرحوم
۱۲-	شیخ الشیوخِ عالَم	طالب الہاشمی
۱۳-	حاجی عبدالرحمٰن	جناب شبیر احمد خان میواتی

ان کے علاوہ ماہنامہ ثقافت لاہور' ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور' ماہنامہ ساحل کراچی' ماہنامہ چمنِ بتول کے متفرق پرچوں ...

مکتبہ ... جانیہ
۹۹- جے ماڈل ٹاؤن لاہور
120/77

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہماری مقبول مطبوعات

خُلقِ خیر الخلائق ﷺ
طالب الہاشمی

نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب
محمد اشرف شریف ۔ ڈاکٹر اشتیاق احمد

یہ تیرے پُراسرار بندے
طالب الہاشمی

سیرت
حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ
طالب الہاشمی

سیرت
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
طالب الہاشمی

سیرت
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
طالب الہاشمی

سیرت
میزبانِ رسول
حضرت ابو ایوب انصاریؓ
طالب الہاشمی

سلطان نور الدین محمود زنگی
طالب الہاشمی

خونیں تحریکیں
اظہر امرتسری

برصغیر میں صحابہ کرامؓ
اکبر علی خان قادری

قسمت کا سکندر
اور
دوسری کہانیاں
طالب الہاشمی

یمن کا سورما
اور
دوسری کہانیاں
طالب الہاشمی

ISBN 969-8810-14-5
9789698810146

طٰہٰ پبلی کیشنز
اُردو بازار لاہور فون: 7231391
0333-4470509